5

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

31 جنوری تا 6 فروری 2008ء / 21 تا 27 محرم الحرام 1429ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

جامعہ الازہر کا فتویٰ

اسلامی آداب معاشرت

بش سے محبت کا دعویدار کون؟

اسلام پر حملے کی طویل منصوبہ بندی

فلسطینی شہری اسرائیلی فوج کے رحم وکرم پر

اگلا ٹارگٹ کون؟

جریدہ 'خاتون وخاندان' کی خدمات

معیشۃً ضنکًا

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

حکمت کے موتی

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے۔ سب سے زیادہ قابل اعتماد چیز تقویٰ کی بات ہے۔ بہترین ملت ابراہیم کی ملت ہے۔ سب سے بہتر طرزِ زندگی محمد رسول اللہ ﷺ کا طرزِ زندگی ہے۔ سب سے اشرف بات اللہ کا ذکر ہے۔ سب سے اچھا قصہ قرآن ہے۔ بہترین کام وہ ہیں جو نص سے ثابت ہوں اور بدترین کام بدعات ہیں۔ سب سے بہتر طریقہ انبیاء کا ہے اور سب سے عزت کی موت شہادت ہے۔ بدترین بے بصیرتی ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔ بہترین عمل وہ ہے جو نفع بخش ہو اور بہترین ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔ بدترین اندھا پن دل کی کوری ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ تھوڑی چیز اگر کافی ہو تو اس وافر سے بہتر ہے جو غفلت پیدا کرے۔ بدترین معذرت موت کے وقت کی معذرت ہے اور بدترین ندامت قیامت کے دن کی ندامت ہے۔ بعض لوگ جمعہ کو دیر سے آتے ہیں اور ان کے دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔ سب گناہوں سے بڑا گناہ جھوٹی زبان ہے اور بہترین تونگری دل کی بے نیازی ہے۔ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ دانائی کی بنیاد اللہ کا خوف ہے۔ دلنشین باتوں میں بہترین چیز یقین ہے۔ شک کفر کی ایک شاخ ہے۔ نوحہ جاہلیت کا کام ہے۔ مالِ غنیمت میں چوری جہنم کا ایندھن ہے۔ شراب کی بدمستی گناہوں کا ذخیرہ ہے۔ شعر ابلیس کا حصہ ہے۔ بدترین غذا یتیم کا مال ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو نصیحت حاصل کرے اور بدبخت وہ ہے جو شقی ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے، اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے اور اس کی غیبت کرنا نافرمانی ہے، اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔ جو کسی کا عیب چھپاتا ہے اللہ اس کے عیب چھپاتا ہے۔ جو معافی دیتا ہے، اسے معافی دی جاتی ہے۔ جو غصے کو پی جاتا ہے، اللہ اسے اجر دیتا ہے۔ جو چغلی کو پھیلاتا ہے، اللہ اس کی رسوائی عام کر دیتا ہے۔ جو صبر کرتا ہے، اللہ اسے بڑھاتا ہے۔ جو بلا ضرورت قسمیں کھاتا ہے، اللہ اسے جھوٹا کر دیتا ہے اور جو شخص مغفرت طلب کرتا ہے، اللہ اس سے درگزر کرتا ہے۔'' (مسند احمد)

رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب

سید اسعد گیلانی

سورۃ الانعام

(آیت:93)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝﴾

''اور (ویسی ہی) یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بابرکت جو اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرتی ہے اور (جو) اس لئے (نازل کی گئی ہے) کہ تم مکے اور اُس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کردو۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی (پوری) خبر رکھتے ہیں۔

اور یہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے، بڑی بابرکت ہے۔ یہ تصدیق کرتے ہوئے آئی ہے جو اس کے آگے ہے یعنی تورات، زبور اور انجیل۔ تاکہ اے نبی آپ ام القریٰ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو خبردار کردیں۔ ام القریٰ مکے کو کہا گیا ہے، کیونکہ مکہ ہی اُس وقت جزیرہ نمائے عرب کا مرکزی اور بارونق شہر تھا، اگرچہ وہاں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی جس کا صدر مقام ہوتا تاہم مکہ شہر کی اہمیت مسلم تھی۔ اسی شہر میں کعبہ تھا۔ تمام قبیلے یہاں حج کرنے آتے تھے۔ یہ اُن کا مذہبی مرکز تھا۔ تجارت میں اہل مکہ کو monopoly حاصل تھی۔ یہ بھی اسی کعبے کی برکت سے تھی اور یہاں پیسے کی ریل پیل بھی تھی۔ تجارتی قافلے شام اور یمن کو جاتے تو مکے سے ہو کر گزرتے۔ چنانچہ یہ مذہبی مرکز ہونے کے علاوہ تجارتی مرکز بھی تھا، اسی لیے اِس کو ام القریٰ کہا گیا۔ اے نبی ﷺ آپ ام القریٰ کے باسیوں کو خبردار کیجئے اور اُن کو بھی جو اس کے اردگرد ہیں۔ ''ومن حولھا'' کا دائرہ بڑھتا چلا جائے گا، کیونکہ ایک تو immediate ماحول ہوتا ہے اور ایک ذرا فاصلے پر، پھر اُس سے آگے، پھر اُس سے آگے، یوں ''ماحولھا'' کا دائرہ پورے کرۂ ارضی کو محیط ہو جاتا ہے، اور مکہ اس کا مرکز بن جاتا ہے۔ تو گویا آپ اپنی تعلیمات کے ذریعے تمام دنیا کے لوگوں کو خبردار کردیں، حینِ حیات تو آپ خود اور آپ کے بعد آپ کے صحابہؓ اس مشن کو جاری رکھتے ہوئے تمام لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچائیں، اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پیغام کو قبول کرلیں گے۔ مشرکین میں کچھ تو سرے سے بعث بعد الموت کے منکر ہیں لیکن جن کے ذہن میں کچھ بھی تصور ہے کہ مرنے کے بعد جی اٹھنا بھی ہے، وہ اس دعوت پر ایمان لے آئیں گے۔ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں یعنی اُن کی اولین پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اس کا اولین مصداق صحابہ کرامؓ ہیں۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

قیامت سے پہلے قتل عام ہوگا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَكْثُرَ الْهَرْجُ)) قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((اَلْقَتْلُ ، اَلْقَتْلُ)) (رواہ المسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ''ھرج'' کی کثرت ہو جائے۔'' حاضرین نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ ''ھرج'' کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''قتل، قتل''

تشریح: اس حدیث میں غالباً ہمارے اس الحاد و مادیت کے پُرفتن دور کی طرف اشارہ ہے جس میں انسانی جان کا ذرہ بھر احترام باقی نہیں رہا۔ بڑی بڑی سامراجی حکومتوں اور عہد حاضر کے آمروں اور ڈکٹیٹروں نے محض اپنی کرسی اور وقار کی خاطر لاکھوں اور ہزاروں انسانوں کو تہ تیغ کیا ہے۔ دجالی مغربی نظام کے محافظوں نے جس بے رحمی اور درندگی کے ساتھ خون مسلم کی ندیاں بہائی ہیں، پوری انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مغربی لیڈروں اور صیہونی ڈاکوؤں کے رحم و کرم پر جینے والے مسلم حکمرانوں نے اپنے اپنے ملکوں اور خود اپنی قوموں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے اس نے انسانیت کی عزت و آبرو خاک میں ملا دی ہے۔ بے خدا تہذیب کے غلبہ کی وجہ سے مسلمان معاشروں میں بھی معمولی باتوں پر مشتعل ہو جانا اور قتل کر دینا عام ہو گیا ہے۔ یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ دنیا کا نظام اپنی عمر کے آخری دور میں ہے اور قیامت کا نظام بہت جلد نمودار ہونے والا ہے۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 | 31 جنوری تا 6 فروری 2008ء | شمارہ 5
21 تا 27 محرم الحرام 1429ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ الازہر کا فتویٰ

انسان اگرچہ مذہب، نسل، رنگ، زبان اور جغرافیائی حدود کی بنیاد پر منقسم ہیں لیکن عالمی برادری میں بہت سے حقائق اور اقدار مشترک ہیں جنہیں یونیورسل ٹروتھ اور عالمی اخلاقیات کہا جاتا ہے۔ مثلاً سچ بولنا عالمی سطح پر ایک اچھی اخلاقی قدر ہے اسلام چونکہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کا عظیم علمبردار ہے لہٰذا راست گوئی اچھے مسلمان کا بنیادی وصف جانا جاتا ہے۔ اسی طرح چوری، کرپشن اور دھوکہ دہی عالمی سطح پر جرم تصور کیے جاتے ہیں لہٰذا بلا تفریق مذہب اور رنگ و نسل یہ سب قابل نفرت افعال ہیں۔ ذرائع آمد و رفت اور مواصلات کی حیرت انگیز ترقی نے جب دنیا کو ایک گلوبل ولیج میں تبدیل کر دیا تو ان اخلاقی اقدار کے حوالہ سے بھی انسان پختہ تر اور باہمی طور پر قریب تر ہو گیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں عیسائی دنیا چونکہ سبقت لے گئی تھی لہٰذا انہوں نے پوری دنیا پر سیاسی اور عسکری غلبہ حاصل کر لیا۔ اب وہ بڑی چالاکی اور عیاری سے بلکہ دھونس اور دھاندلی سے اپنی تہذیب کو عالمی تہذیب یا عالمی اخلاقی اقدار کا حصہ بنانے پر تل گئے اور اس کو عملی شکل دینے کے لیے ایسی اصطلاح گھڑلی جس کی مخالفت کرنا عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ اصطلاح ہے "انسان کے بنیادی حقوق" چنانچہ حقوق نسواں کے نام پر بے حیائی اور جنسی بے راہروی کو اور عوام کی حکومت کے نام پر مادر پدر آزاد جمہوریت کو عالمی اقدار کا حصہ قرار دے دیا گیا۔ عام انسان کی بات تو بہت دور کی ہے ہمارا نام نہاد دانشور اس پُر فریب اصطلاح پر ایسا فریفتہ ہوا کہ اپنی روایات ہی نہیں اپنے مذہبی عقائد کی بھی نفی کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ رہ گئے ہمارے سیاسی رہنما تو وہ اقتدار کی ہوس میں ایسے اندھے ہوئے کہ انہیں کچھ بجھائی نہیں دیتا اور وہ اپنی کرسی کی مضبوطی کی شرط پر یورپ اور امریکہ کے ہاتھ پر سمع و طاعت کی بیعت کر لیتے ہیں۔ ہم نے یہ طویل تمہید اس لیے باندھی ہے کہ صدر مشرف کے یورپ کے حالیہ دورہ یورپ کے دوران ان سے پوچھا گیا کہ مسلمان کے مذہب تبدیل کرنے پر مصر کے جامعہ الازہر نے جو فتویٰ دیا ہے اس کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے۔ صدر مشرف نے کہا کہ میں نے یہ فتویٰ نہیں پڑھا جب انہیں بتایا گیا (ظاہر ہے فتویٰ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے) تو انہوں نے کہا کہ میں اس فتویٰ کی شدید مذمت کرتا ہوں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ روح کی موت یقیناً جسم کی موت سے بدتر ہے۔ جب کسی مسلمان کا جسم اس کی روح کا مرقد بن جائے تو وہ کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ فرض نماز کا نہ پڑھنا گناہ کبیرہ اور نماز کا انکار کرنا کفر ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں موجودہ یا کسی سابق حکمران نے اگر مرتد کو قتل کی سزا نہیں دی تو یہ حکمرانوں کی غلطی اور غفلت شمار ہو گی لیکن اگر کوئی حکمران مرتد کی سزا قتل ہونے کا انکاری ہو تو ہمیں مفتیان دین سے پوچھنا پڑے گا کہ وہ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں۔ **لا اکراہ فی الدین** کے حوالہ سے اگر کسی کو غلط فہمی ہے تو اُسے دور کر لینا چاہیے۔ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں اسلام کی حقانیت ثابت کر کے ایک انسان کو خود فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے کہ وہ بلا اکراہ اسلام کو اختیار کرے کوئی اُسے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کرے لیکن کسی کو یہ اختیار نہیں دیا جا سکتا کہ جب چاہے مسلمان ہو جائے اور جب چاہے اسلام کا دامن چھوڑ دے۔ تازہ ترین خبر یہ ہے کہ صدر مشرف نے پیرس میں اسرائیلی وزیر دفاع سے ملاقات کی ہے۔ لیکن ہمیں اس خبر پر کوئی حیرت نہیں ہوئی جو شخص اقتدار کی خاطر ملک کے اعلیٰ ترین اور مقدس ادارے عدلیہ کا قتل عام کرے۔ (یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہمارے نزدیک جج مقدس نہیں ہیں بلکہ نظام عدل مقدس ہے) اور ہر دوسرے روز P.C.O کی تلوار سے آئین کا سر قلم کر دے۔ پارلیمنٹ میں جا کر عوامی نمائندوں کو ٹھینگے دکھائے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسلمان ہوتے ہوئے دین اور شریعت اسلامی کے خلاف زبان درازی سے (باقی صفحہ نمبر 19)

ذوق و شوق

(اِن اشعار میں سے اکثر فلسطین میں لکھے گئے)

دریغ آدم زاں ہمہ بوستاں — تہی دست رفتن سوئے دوستاں

"بالِ جبریل" میں مسجد قرطبہ، لینن: خدا کے حضور میں، ساقی نامہ، لالۂ صحرا اور ذوق وشوق، یہ چند نظمیں لافانی ہیں۔ اقبال کو حیاتِ جاودانی دینے کے لیے یہ نظمیں کافی تھیں۔ یہ نظمیں، فکر، فن، تکنیک، جدت طرازی، خوبصورت امیجری اور وفورِ تخلیق کے سبب اُردو شاعری میں شاہکار ادبِ عالیہ کی حیثیت سے دیکھی جائیں گی۔

نظم "ذوق وشوق" پانچ بندوں اور تیس اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے بیشتر اشعار بقول اقبال فلسطین میں لکھے گئے، اُس وقت جب دسمبر 1931ء میں اقبال مفتی اعظم فلسطین کی دعوت پر گول میز کانفرنس، لندن سے واپسی میں مؤتمر عالم الاسلامی میں شرکت کے لیے چند روز بیت المقدس میں قیام پذیر رہے۔ انہوں نے بعد میں فلسطین کے دوسرے مقامات کا بھی دورہ کیا۔ یہ نظم بنیادی طور پر نعتِ رسول ﷺ ہے۔ اس کا ہر شعر عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا ہے، اس لیے اِس کا عنوان بھی "ذوق وشوق" قرار دیا ہے۔ فلسطین کی سیاحت کے دوران اقبال کے دل میں روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کا اشتیاق بھی شاعر کے قلب و ذہن پر طاری ہو گیا تھا۔ اس لیے ہر شعر میں عشقِ رسول ﷺ کا رنگ جھلک رہا ہے۔

اقبال نے عنوان کے تحت سعدی کا جو شعر نقل کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اقبال ہمارے لیے یہ نظم اس مبارک خطے سے بطور تحفہ لائے ہیں کہ خالی ہاتھ نہیں آنا چاہتے تھے۔ اِس میں شک نہیں کہ ملت کے لیے اس سے بڑا تحفہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

"ذوق" کے لغوی معنی ہیں چکھنا، امتحان کرنا، آزمائش کرنا، لذت یا مسرت حاصل کرنا، لیکن تصوف کی اصطلاح میں ذوق کہتے ہیں اُس رُوحانی کیفیت کو، جس کی بدولت سالک حق و باطل میں امتیاز کرتا ہے۔ "شوق" کے لغوی معنی ہیں عشق و محبت۔ اُن دونوں لفظوں کے اجتماع سے شدتِ محبت کا اظہار مقصود ہے۔ اللہ کا ذکر کرتے کرتے جب سالک پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا ہے تو اِس کیفیت کو تصوف کی اصطلاح میں "ذوق وشوق" سے تعبیر کرتے ہیں۔

اب آیئے، پہلے بند کے اشعار کی تشریح کی طرف:

1۔ قلب و نظر کی زندگی دشت میں صبح کا سماں
چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں!

بعض شارحین اقبال کے نزدیک اقبال کا اشارہ فلسطین کی جانب ہے، لیکن بند میں دوسرے اشاروں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ مدینہ منورہ کی طرف ہے۔ اقبال کا دل حجاز میں اٹکا ہوا ہے، بے شک جسمانی طور پر وہ قبلۂ اوّل کے نواح میں مقیم ہیں۔ مدینہ کے اطراف میں صبح کا سماں اس قدر دلکش ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اس کے دیکھنے سے دل میں نُور اور آنکھوں میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ سورج طلوع ہو چکا ہے اور اُس سے نُور کی ندیاں نکل کر مدینے کی عمارتوں، بالخصوص مسجد نبوی ﷺ کے میناروں کو منور کر رہی ہیں۔

2۔ حُسنِ ازل کی ہے نمود، چاک ہے پردۂ وجود
دل کے لیے ہزار سود، ایک نگاہ کا زیاں!

جب تک نگاہ مصروفِ نظارہ رہتی ہے، بصیرت (دل کی قوت) مضمحل رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ہم اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو بہتر طریق پر غور و فکر کر سکتے ہیں، اور اسی سے تصوف میں خلوت گزینی، اعتکاف اور مراقبے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اربابِ علم جانتے ہیں کہ یہ جملہ امورِ سنتِ انبیاء میں سے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے چالیس راتیں ایک پہاڑ پر خلوت میں بسر کی تھیں اور سرکارِ دو عالم ﷺ نے تین سال غار حرا میں خلوت اور مراقبے میں بسر فرمائے۔ نیز آپؐ ہر سال ماہ رمضان کے آخری عشرے میں مسجد نبوی ﷺ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ عالمِ ناسوت میں ترقی کرنے کے لیے نگاہ (مشاہدہ) سے کام لینا ضروری ہے تاکہ علم میں اضافہ ہو، لیکن عالم لاہوت میں بلند مقام حاصل کرنے کے لیے ظاہری آنکھوں کو بند کر لیتے ہیں، تاکہ باطنی آنکھیں کام کر سکیں۔

3۔ سُرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحابِ شب!
کوہِ اِضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلساں!

رات کے وقت نواحِ مدینہ میں بارش ہوئی اور صبح کے وقت جب سورج طلوع ہُوا تو اُس کی شعاعوں سے بدلیاں ایسی معلوم ہو رہی ہیں جیسے کسی نے کوہ اضم کو سُرخ اور نیلی چادریں پہنا دی ہوں (کوہ اضم ایک پہاڑ ہے جو مدینہ منورہ سے شمال کی جانب تقریباً ایک منزل پر ہے۔ طیلسان کے معنی ہیں چادر)۔

4۔ گرد سے پاک ہے ہوا، برگِ نخیل دھل گئے
ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں!

بارش کی آمد سے ہوا گرد و غبار سے پاک صاف ہو گئی ہے۔ صحرا میں ایستادہ کھجور کے درختوں کی شاخیں پھواروں سے دُھل کر اور زیادہ نکھر گئی ہیں۔ مدینہ کے قرب و جوار میں پھیلی ہوئی ریت ریشم کی مانند نرم ہو گئی ہے (کاظمہ: مدینہ منورہ کے ناموں میں سے ایک نام)

5۔ آگ بجھی ہوئی اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں!

اقبال کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ کے نواح میں کوہ اضم کی وادیوں میں (تصورِ اشتیاق) میں بادیہ پیمائی کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اِن میں قافلوں کے قیام کے آثار ہنوز باقی ہیں۔ مثلاً کسی طرف راکھ اور چولہے کے نشانات ہیں، کسی طرف خیموں کی رسیاں ٹوٹی پڑی ہیں۔ یہ آثار دیکھ کر میرا دل کہتا ہے کہ خدا جانے مجھ سے پہلے کتنے کارواں یہاں قیام کر چکے ہیں۔

6۔ آئی صدائے جبرئیل تیرا مقام ہے یہی
اہلِ فراق کے لیے عیشِ دوام ہے یہی

یہ حال دیکھ کر ہاتفِ غیبی نے مجھ سے (اقبال سے) کہا کہ یہیں قیام کر، کیونکہ عاشقوں کو اِس مقدس سرزمین میں راحت نصیب ہو سکتی ہے۔

اسلامی آدابِ معاشرت

حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے 25 جنوری 2008 کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبۂ مسنونہ اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت کے بعد درج ذیل حدیثِ رسول ﷺ بیان کی گئی]

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ :

((مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَہٗ ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ)) (رواہ البخاری ومسلم)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو اور یومِ آخرت کو مانتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔“

حضرات! آپ کے سامنے جو حدیث بیان کی گئی ہے، وہ حسنِ معاشرت سے متعلق ہے۔ اِس میں ایک شائستہ، پروقار اور بھرپور شخصیت کے چند اہم اوصاف کا بیان ہوا ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الفرقان میں اللہ کے نیک بندوں کے اوصاف کے تذکرہ میں فرمایا گیا:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَھَنَّمَ ق صلے اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّھَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾﴾

”اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کرکے اور (عجز وادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں اور جو دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو، کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔ اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔ اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔“

سچے اہلِ ایمان کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ وہ زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے، اُن کی چال سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اُن میں تکبر وغرور پایا جاتا ہے۔ وہ جاہل یعنی مشتعل مزاج آدمی سے الجھنے سے احتراز کرتے ہیں۔ بحیثیت داعی جب وہ

> **دوسروں کا مذاق اڑانا اور استہزا کرنا، قہقہے لگانا، گپ بازی کرنا، طعن وتشنیع کرنا، بے مقصد گفتگو کرنا اور جھوٹ بولنا وغیرہ، یہ وہ چیزیں ہیں جو بندۂ مومن کو کسی طور زیب نہیں دیتیں**

دوسروں سے مخاطب ہوتے ہیں، تو بھی موقع ومحل کا لحاظ کرتے ہیں اور حکیمانہ انداز اپناتے ہیں۔ اگر بات مخاطب کی سمجھ میں نہ آ رہی ہو اور وہ الجھنے پر اُتر آئے تو وہ اُسے سلام کہہ کر رخصت ہو جاتے ہیں، بحث ونزع میں نہیں پڑتے، مبادا آئندہ دعوت کا موقع نہ رہے۔ وہ قیام اللیل کا اہتمام کرتے ہیں۔ اللہ کے حضور رات کو کھڑے رہتے ہیں۔ پھر یہ کہ اپنی تمام تر نیکی اور تقویٰ کے باوجود اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اور اللہ سے عذابِ جہنم سے بچنے کی دُعا مانگتے ہیں۔ اِن لوگوں کی ایک صفت یہ ہے کہ خرچ کے معاملے میں اعتدال اور میانہ روی کی روش اپناتے ہیں۔ وہ نہ تو اسراف کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نہ ہی بخل سے کام لیتے ہیں۔

زیرِ درس حدیث میں بھی ایک بھرپور شخصیت کے تین اہم اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

1۔ کلمہ خیر...... یا خاموشی

((مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ))

”جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔“

مطلب یہ ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کا مذاق اڑانا اور استہزا کرنا، قہقہے لگانا، گپ بازی کرنا، طعن وتشنیع کرنا، بے مقصد گفتگو کرنا اور جھوٹ بولنا وغیرہ، یہ وہ چیزیں ہیں جو بندۂ مومن اور ایک پختہ کار شخصیت کو کسی طور زیب نہیں دیتیں۔ لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ اِن سے اجتناب کرے۔ وہ جب بھی بات کرے تو اچھی اور بھلی بات کرے۔ دوسروں کی خیر خواہی کی بات کرے، اچھی نصیحت کرے۔ اللہ کا ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو صلاحیتیں عطا کی ہیں، اُن میں سب سے بہتر صلاحیت گویائی ہے۔ ہمیں سماعت اور بصارت کی قوتیں بھی عطا کی گئی ہیں، اور یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہیں، لیکن یہ حیوانات کو بھی دی گئی ہیں، بلکہ بعض حیوانات کو انسان سے بڑھ کر عطا کی گئی ہیں۔ لیکن نطق و گویائی ایسی صلاحیت ہے، جو صرف انسان کو عطا کی گئی ہے۔ اِسی کے سبب انسان کو حیوان ناطق کہا جاتا ہے۔ گفتگو (speech) کے دو پہلو ہیں۔ ایک ہے دوسرے کے کلام کو سمجھنا اور دوسرے اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرنا۔ انسان کو چاہیے کہ گفتگو کے معاملے میں حد درجہ احتیاط کا مظاہرہ کرے۔ جیسے ہم محاورۃً کہتے ہیں کہ ”پہلے تولو، پھر بولو“۔ فرض کریں، آپ ایک بات کہنا چاہتے ہیں، طبیعت کہنے پر آمادہ ہے، لیکن پہلے یہ ضرور دیکھ لیں کہ آیا وہ بات کہنے کا

آپ کو حق بھی حاصل ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جو منہ میں آیا کہہ دیا، جھوٹ بول لیا، جھوٹی گواہی دے دی، بے حیائی کی بات کہہ دی۔ نہیں، بلکہ جب بھی بات کرو خوب سوچ سمجھ کر کرو۔ اور یہ سوچ لو کہ کل جب اللہ کے حضور مجھ سے اپنے کہے کی جوابدہی ہونی ہے، وہاں میں کیا جواب دوں گا۔

قرآن اور حدیث میں زبان کے محتاط استعمال پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ سورۃ الاحزاب میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝﴾

''مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو''

نتیجہ کیا ہوگا؟

﴿يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط﴾ (آیت:71)

''وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

> **رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کے رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اس کے برابر رہنے والا اس کا پڑوسی بھوکا ہو، اور اس آدمی کو اس کے بھوکے ہونے کی خبر ہو**

اگر تم دو شرطیں پوری کرو گے یعنی دل میں تقویٰ اختیار کرو گے اور زبان پر کنٹرول کرو گے تو اُس کی جزا یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ایک تو تمہارے اعمال درست فرما دے گا، اور دوسرے یہ کہ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔ انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے۔ اگر ایک آدمی نے فی الواقع اپنا رُخ صحیح کیا ہوا ہے، صراط مستقیم پر چل رہا ہے، اللہ کے احکام اور نبی ﷺ کے سنت کی پیروی کر رہا ہے، عبادت رب، شہادت علی الناس اور اقامت دین کی جدوجہد میں مصروف ہے، لیکن اِس راہ پر چلتے ہوئے کہیں اُس کا پاؤں پھسل گیا اور اُس سے غلطی ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرما دے گا۔ اگر بندۂ مومن سے گناہ ہو جائے، مگر وہ فوراً توبہ کر لے، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو معاف کرنا اپنے ذمہ لیا ہے۔

سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝﴾

''اللہ انہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے۔ اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔''

زبان کا غلط استعمال جہنم میں لے جانے کا باعث ہے۔ اور اگر دل و زبان کی حفاظت کی جائے تو اس پر آپ ؐ نے جنت کی ضمانت دی ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَابَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ))

(رواہ البخاری)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کے بارے میں ضمانت دے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا۔''

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسَ، يَهْوِيْ بِهَا اَبْعَدَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاِنَّهُ لَيَزِلُّ عَنْ لِسَانِهِ اَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهِ)) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص ایک بات صرف اس لئے کہتا ہے تاکہ لوگوں کو اس سے ہنسائے، وہ شخص اس بات کی وجہ سے آسمان اور زمین کے درمیان کی مسافت سے زیادہ گہرے مقام پر گرایا جائے گا اور بلاشبہ آدمی اپنے پاؤں کے پھسلنے سے اتنا نہیں گرتا جتنا اپنی زبان کی لغزش کی وجہ سے گرتا ہے۔''

ایک میچور اور شائستہ شخصیت کو یہی بات زیب دیتی ہے کہ وہ اچھی بات کرے، زبان کا صحیح استعمال کرے۔ نہیں تو دوسری صورت یہ ہے کہ خاموش رہے۔ خاموشی فضول اور بے مقصد گفتگو سے کہیں بہتر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث ہے، جس میں آپ ؐ نے نو باتیں بیان کی ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو حکم دیا ہے۔ اُن باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ **وان یکون صمتی فکراً** یعنی ''میری خاموشی غور و فکر کی ہو۔'' خاموشی میں آدمی کو چاہیے کہ غور و فکر کرے، کائنات کے حقائق اور انفس و آفاق میں اللہ کی نشانیوں پر تدبر کرے۔ سورۃ آل عمران میں اولوالالباب کی ایمانی کیفیت کے تذکرے میں فرمایا گیا ''اور وہ فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے یہ عبث نہیں بنایا۔ تو پاک ہے سب عیبوں سے، سو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔''

''**ونطقی ذکراً**'' یعنی ''میرا بولنا ذکر پر مشتمل ہو۔'' ذکر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ خود ذکر کریں، مثلاً سبحان اللہ کا ورد کریں، اور اِس کی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں جو رحمان کو بہت پسند ہیں، میزان (اعمال) پر بھاری ہیں اور زبان پر بہت ہلکے ہیں اور وہ ہیں ''**سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم**'' پھر یہ کہ ذکر میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ دوسروں کو دعوت دیں، اللہ کی طرف بلائیں۔ قرآن حکیم کے ذریعے دعوت حق کا پیغام دوسروں تک پہنچائیں۔

2۔ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک

حدیث زیر بحث میں جو دوسری ہدایت دی گئی ہے، وہ مہمان نوازی سے متعلق ہے۔ فرمایا: ''وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ۔'' یعنی ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُس کا فرض ہے کہ وہ پڑوسی کی عزت کرے۔'' ہمارے دین میں ہمسائیگی کی بڑی اہمیت ہے۔ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اِس قدر تاکید کی گئی کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار نہ بنا دیا جائے۔ جو شخص پڑوسی سے بدسلوکی کرتا اور اُسے ایذا پہنچاتا ہے، اُس کے متعلق آپ ؐ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ؟ قِيْلَ: مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلَّذِيْ لَا يَاْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ")) (متفق علیہ)

''اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں۔ آپ ؐ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ کون شخص مومن نہیں؟ آپ ؐ نے فرمایا: جس کی ایذا رسانی سے اُس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔''

ایک اور حدیث ہے:

عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((مَا اٰمَنَ بِيْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهُ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهِ))

(رواہ الطبرانی فی الکبیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کے رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اس کے برابر رہنے والا اس کا پڑوسی بھوکا ہو، اور اس آدمی کو اس کے بھوکے ہونے کی خبر ہو۔''

پڑوسی کی تین اقسام ہیں۔ پڑوسی ایک تو وہ ہے کہ جو آپ کا قرابت دار بھی ہے۔ اُس کے ساتھ آپ کی رشتہ

داری ہے۔ پچھلے دور میں بستیاں اس طور سے آباد کی جاتی تھیں کہ اُن میں مختلف حصے مختلف برادریوں کے ہوتے تھے۔ کہا جاتا کہ یہ فلاں برادری کا احاطہ ہے۔ اور اس میں عام طور پر اِسی برادری کے لوگ رہتے تھے، اگر کوئی اجنبی وہاں آنا چاہتا اور اُس برادری کے لوگ یہ محسوس کرتے کہ اِس سے معاشرتی مسائل پیدا ہوں گے تو وہ حق شفعہ کے تحت اُسے زمین کی خریداری سے روک دیتے۔ بہر حال پڑوسی ایک تو وہ ہے جس سے آپ کی قرابت داری ہوتی ہے۔ دوسرا پڑوسی وہ ہے کہ جس سے آپ کی رشتہ داری نہیں، بلکہ وہ آپ کے لئے اجنبی ہے۔ اور تیسرا وہ ہے جو آپ کے ساتھ بیٹھا ہے۔ فرض کریں، آپ ٹرین یا بس پر سفر کر رہے ہیں اور آپ کے ساتھ بیٹھے شخص کے ساتھ آپ کی عارضی قرابت ہے۔ وہ بھی آپ کا پڑوسی ہے۔ اِن سب پڑوسیوں کا حق ادا کرنا ضروری ہے۔ پڑوسی کی ان اقسام کا ذکر سورۃ النساء میں ہے۔ فرمایا:

﴿......وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿٣٦﴾﴾

"اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔"

3۔ مہمان نوازی

((وَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ))

"اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے۔"

انسان کی سیرت و کردار کی ایک اہم خوبی مہمان کا احترام ہے۔ بندۂ مومن کے ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ مہمان کی عزت کرے۔ پڑوسی اور مہمان کی عزت ہمیشہ سے انسانی اخلاقیات کی اہم خوبی رہی ہے، بالکل ایسے جیسے کہ سچ بولنا اور وعدہ پورا کرنا ہے، بلکہ انسانی تمدن جتنا پیچھے تھا، اُس میں یہ خوبیاں اُسی قدر زیادہ تھیں۔ افسوس کہ جب سے شہری زندگی آئی ہے یہ چیزیں ختم ہوتی چلی گئیں۔ آج بھی آپ کو انسانی کردار کے یہ موتی، ان علاقوں میں زیادہ ملیں گے، جن کو عام طور پر دنیا والے "Backward" کہتے ہیں، جو جدید تمدنی ترقی سے نسبتاً دور ہیں۔ آج بھی دیہاتوں میں پڑوسی اور مہمان کی خبر گیری کی جاتی ہے جبکہ شہروں میں معاملہ یہ ہے کہ بسا اوقات سالہا سال تک لوگ اپنے پڑوس سے متعارف ہی نہیں ہوتے۔ مہمان کی عزت اور اکرام انہیں مشکل لگتا ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ اس میں اُن کی مجبوریاں بھی ہیں۔ شہروں کی آبادیاں بہت بڑھ چکی ہیں۔ دیہاتوں سے آئے روز لوگ اپنے معاملات اور مسائل کے ضمن میں شہروں میں آتے جاتے ہیں۔ کوئی مقدمہ بازی کے سلسلہ میں آ رہا ہے، کوئی خرید وفروخت کے لئے آ رہا ہے، کوئی ملازمت کے لئے آ رہا ہے۔ اب شہر والے کتنوں کی مہمان نوازی کریں۔ اِس کے برعکس شہروں سے دیہاتوں میں جانے کا رجحان بہت کم ہوتا ہے۔) لیکن بندۂ مومن کی شخصیت کا یہ لازمی وصف ہے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے۔ ہمارے سامنے تو ایسی درخشاں مثالیں ہیں کہ لوگ خود بھوکے رہ کر مہمان کو کھلاتے تھے۔

پڑوسی اور مہمان کی عزت ہمیشہ سے انسانی اخلاقیات کی اہم خوبی رہی ہے، بالکل ایسے جیسے کہ سچ بولنا اور وعدہ پورا کرنا ہے، بلکہ انسانی تمدن جتنا پیچھے تھا، اُس میں یہ خوبیاں اسی قدر زیادہ تھیں۔ افسوس کہ جب سے شہری زندگی آئی ہے یہ چیزیں ختم ہوتی چلی گئیں

عہد رسالت کا واقعہ ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ، شمع رسالت کے پروانوں کی ایک جماعت کے درمیان رونق افروز تھے کہ ایک شخص بحال پریشان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

"یارسول اللہ مسافر ہوں اور مدینہ میں میرے قیام و طعام کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ آپؐ کی اعانت کا محتاج ہوں۔"

حضور ﷺ نے اسی وقت ازواج مطہراتؓ سے پوچھ بھیجا کہ گھر میں کھانے کو کچھ ہے، سب طرف سے جواب آیا فاقہ ہے۔ اب حضور ﷺ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"کوئی ہے جو اس اللہ کے بندے کو مہمان بنائے؟"

حضور ﷺ کا ارشاد سن کر گندمی رنگ کے ایک خوش چہرہ نوجوان، جن کی پیشانی نور ایمان سے چمک رہی تھی، اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی:

"یارسول اللہ! اس کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر فوراً گھر گئے اور بیوی کو مہمان کے آنے کی اطلاع دی۔ انہوں نے کہا:

"بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا پکا ہے۔ اس کے سوا خدا کی قسم، گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں۔"

ان صاحب نے کہا: "کوئی مضائقہ نہیں، بچوں کو بہلا کر سُلا دو۔ جب وہ سو جائیں تو ہم ان کا کھانا مہمان کے آگے رکھ دیں گے، تم چراغ درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر اس کو بجھا دینا۔ اندھیرے میں مہمان کھانا کھا لے گا اور ہم بھی یونہی منہ چلاتے رہیں گے۔"

غرض اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر دونوں میاں بیوی اور بچوں نے رات فاقہ سے گزاری۔ صبح کو جب یہ نرالے میزبان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو زبان رسالت ﷺ پر یہ آیت جاری تھی:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ﴾ (الحشر: 9)

"وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر تنگی (فاقہ) ہی ہو۔"

اور حضور ﷺ فرما رہے تھے "رات کو تمہارا اپنے مہمان کے ساتھ برتاؤ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔"

حضور ﷺ کا ارشاد سن کر ان کی مسرت کا یہ عالم تھا کہ قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

ایک اور واقعہ حاتم طائی کا ہے، جو تاریخی طور پر بہت مشہور ہے۔ اُن کے پاس ایک بہت اعلیٰ نسل کا قیمتی گھوڑا تھا۔ ایک مرتبہ اُن کے ہاں ایک مہمان آ گیا۔ اُن کے پاس اُس وقت مہمان کو کھلانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے وہ گھوڑا مہمان کے لئے ذبح کر دیا اور مہمان کو کھانا کھلایا۔ کھانا کھلانے کے بعد پوچھا، آپ کیسے آئے؟ مہمان نے کہا کہ آپ کے پاس ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا ہے میں وہ لینے آیا ہوں۔ کہا بھئی وہ گھوڑا تو میں نے تمہیں ذبح کر کے کھلا دیا ہے۔

ذرا سوچئے، مہمان نوازی کا یہ کیسا جذبہ تھا کہ مہمان کے لئے اپنا پسندیدہ اعلیٰ نسل کا گھوڑا ذبح کر ڈالا۔

حدیث رسول ﷺ کا لب لباب اور حاصل یہ ہے کہ بندۂ مومن جب بھی کوئی بات کہے بھلی بات کہے، ورنہ خاموش رہے اور اپنے پڑوسی اور مہمان کی عزت و اکرام کرے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اِن اوصاف کا حامل بنائے۔ آمین۔

بش سے محبت کا دعویدار کون؟

مرزا ندیم بیگ

''صدر جارج ڈبلیو بش جب صدر نہیں ہوں گے تو مجھے بہت یاد آئیں گے اور میں اُس وقت اُن کی کمی کو بے حد محسوس کروں گا'' یہ خیالات اسرائیلی وزیراعظم یہود اولمرٹ کے نہیں، نہ ہی یہ بیان برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن کا ہے، نہ ایسے الفاظ صدر بش کے واری صدقے جانے والے سابق وزیراعظم ٹونی بلیئر ادا کر سکتے ہیں، اور نہ ہی ایسے جذبات کا اظہار افغانی صدر کرزئی نے کیا ہے، اور نہ ہی یہ الفاظ عراقی وزیراعظم نوری المالکی کے ہیں۔ قارئین سوچ رہے ہوں گے کہ شاید یہ خیالات امریکی سیکرٹری خارجہ کونڈو لیزا رائس کے ہیں یا یہ کہنا فرانسیسی صدر سرکوزی کا ہے یا یہ جذبات ڈک چینی کے ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں۔

اگر صدر بش کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو وہ ایسی کوئی وجیہہ شخصیت بھی نہیں کہ کوئی خاتون ان کے بارے میں یہ الفاظ کہے، نہ ہی وہ کوئی مذہبی شخصیت ہیں کہ ان کی روحانیت کو دیکھ کر کوئی مذہبی حلقہ ان کی مدح اس طرح سے کرے۔ وہ نہ ہی کوئی سماجی خدمات کے حوالے سے ایسے رہنما ہیں کہ ان کے جانے کے بعد ان کی یاد کسی کے دل کو تڑپائے۔ اپنے دورِ صدارت میں بھی انہوں نے کوئی ایسا عالمی کارنامہ بھی سرانجام نہیں دیا کہ انہیں بطور ہیرو یاد رکھا جائے، بلکہ بنظر غائر تجزیہ کیا جائے تو وہ موجودہ دور میں امریکہ کے بدنام ترین صدر ہیں۔ جنہوں نے ہنستے بستے افغانستان اور عراق کو کھنڈرات اور انسانوں کے قبرستان میں بدل دیا۔ صدر بش نے تو اپنے دورِ اقتدار میں افغانستان پر حملے کے وقت بھاری بھرکم ڈیزی کٹر بموں سے بے گناہ اور نہتے افغانیوں کے پرخچے اُڑا دیئے۔ اسی امریکی صدر کے حکم پر قلعہ جنگی کو انسانی لاشوں کا سمندر بنا دیا گیا، اسی کے اشارۂ ابرو پر افغانیوں کی لاشوں میں پٹرول بھرا گیا اور پھر ان کو آگ لگا کر رقصِ بسمل کا نظارہ کیا گیا۔ اسی کی منشاء کے مطابق لاکھوں افغانی ماؤں کو بے اولاد، ہزاروں سہاگنوں کو بیوہ، لاکھوں بچوں کو یتیم اور کئی گھرانوں کو بے گھر کیا گیا۔ اسی امریکی صدر کی خوشنودی کے لئے عراق کو تہس نہس کر دیا گیا۔ اسی چنگیزی طبیعت کے مالک بش کی رضا جوئی کے لئے فلوجہ کے شہر میں کھوپڑیوں کے مینار کھڑے کیئے گئے۔ اسی ہلاکو وقت کے لئے بغداد کی آبرو کو پامال کیا گیا۔ اسی فرعون وقت کے لئے نجف اشرف، کربلائے معلی، امام ابو حنیفہؒ، شاہ عبدالقادر جیلانیؒ اور کئی بزرگان دین کے مزاروں کی بے حرمتی کی گئی۔ اسی نمرود وقت کے لئے مسجدوں کو شہید کیا گیا اور نہتے عراقی نمازیوں کو ہمیشہ ہمیش کے لئے موت کی نیند سلا دیا گیا۔ اسی آمر وقت کے لئے وانا اور شمالی علاقہ جات کی سرزمین کو سرخ رنگ کیا گیا۔ اسی ڈریکولائی طبیعت کے مالک امریکی صدر کی دل جوئی کے لئے کئی افغانیوں اور دنیا بھر سے مجاہدوں کو گوانتا موبے جیسے بدنام زمانہ جیل میں بغیر کسی جرم کے بند کیا گیا اور ان کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جا رہا ہے۔ اسی خونخوارانہ مزاج کے حامل صدر نے لبنان کو اسرائیل کے ذریعے سے افغانستان اور عراق بنانے کی کوشش کی۔ اسی ابوجہل وقت کی وجہ سے کئی امریکی ماؤں کی گودیں اُجڑ گئیں اور وہ اپنے لختِ جگروں کی تصاویر اٹھائے وائٹ ہاؤس کے سامنے سراپا احتجاج بنی ہوئی ہیں۔ اسی اسرائیلی پٹھو امریکی صدر کی وجہ سے فلسطینی عوام یہودی فوجیوں کی بندوقوں کی آگ سے جامِ شہادت نوش کر رہے ہیں۔

قارئین محترم! کیا ایسے مزاج کے حامل کسی شخص کی یاد کسی کو ستا سکتی ہے؟ کیا ایسے کسی شخص کے لئے کوئی اچھے الفاظ ادا کر سکتا ہے؟ کیا ایسی متعفن شخصیت کے جانے کے بعد کوئی اس کی کمی محسوس کر سکتا ہے؟

جارج بش نامی امریکی شخص کی اسلام دشمنی کوئی مخفی بات نہیں ہے۔ اس کی افغانیوں سے یہ صرف دشمنی ہے کہ وہ رب کی کبریائی کو ماننے والے اور غیر اللہ کی حاکمیت سے انکاری ہیں۔ ان کی وضع قطع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ملتی جلتی ہے۔ جن کی عظمت کا اعتراف ایک برطانوی خاتون صحافی ریڈلے نے کیا اور وہ طالبان کے اخلاق اور حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوئی کہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئی۔ طالبان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ مغربی تہذیب و تمدن سے بے پرواہ تھے۔ وہ مغربی وضع قطع سے کوسوں دور تھے۔ وہ مغربی تہذیب کی مصنوعی صناعی کو جان چکے تھے۔ عراقیوں نے امریکی صدر کا کیا بگاڑا تھا؟ بس وہ مسلمان تھے، اور ان کا ملک واحد ملک تھا جو مغرب کی ''ناجائز اولاد'' اسرائیل کی علاقے میں بدمعاشی کے آگے رکاوٹ تھا۔ عراق کو کھنڈر بنانے کی وجہ اس کا اسرائیل کے وجود کے لیے مسلسل خطرہ بنا تھا۔

امریکی صدر جارج ڈبلیو بش اسی ملک کا صدر ہے جس نے دوسری عالمگیر جنگ کے دوران ایٹم بم کا استعمال کر کے ہیروشیما اور ناگاساکی جیسے ہنستے بستے شہروں کو قبرستان بنا دیا اور اس کی فوجوں سے ماضی میں ویتنام کو زیر کرنے کے جذبے سے حملہ کیا اور وہاں بھی ہزیمت اس کا مقدر بنی۔ یہ وہی شخص ہے جسے پاکستان کا ایٹم بم ایک نظر نہیں بھاتا اور وہ موقع پا کر اسے ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں تحریر کے آغاز میں لکھے گئے الفاظ ایک ایسے شخص نے ادا کیئے ہیں جو امریکی صدر کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے کسی بھی سطح پر جانے کو تیار ہے، اور وہ شخص اسلامی جمہوریہ پاکستان اور مسلم دنیا کی واحد ایٹمی طاقت پاکستان کا صدر پرویز مشرف ہے، جس نے ان جذبات کا اظہار جرمنی کے ایک جریدے کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔ صدر پرویز مشرف نے بھی امریکہ کی خوشنودی کے لئے شمالی علاقہ جات کو تورا بورا اور سوات کو فلوجہ بنا دیا۔ لال مسجد کو انسانی خون سے واقعتاً لال کر دیا، خودکش حملوں سے پورے ملک کو فلسطین بنانے میں کوئی کسر روا نہیں رکھی گئی۔ بجلی اور گیس کے بحران سے پاکستان کو تاریکیوں سے دوچار کر دیا۔ چینی اور آٹے کا قحط پیدا کر دیا۔ قوم کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں۔ امن و امان اور عزت و آبرو کی حفاظت مفقود ہے۔ پورے ملک میں لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ یہ سب نتیجہ ہے امریکی صدر کی خوشنودی اور رضا کے لئے اقدامات کرنے کا، مگر اس کے باوجود امریکہ ہمیں ''دہشت گردوں'' کا سرپرست کہتا ہے۔ وہ پاکستان کو القاعدہ کا مرکز قرار دیتا ہے۔ وہ ہمارے بم کو اسلامی بم قرار دے کر پوری انسانیت کے لئے خطرہ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ اسی ملک کا شہری ہے جس ملک کے جریدوں نے پاکستان کی معزز فوج کو ''روگ آرمی'' قرار دیا تھا۔ اس سب کے باوجود اس کی یاد ستانا کیا معنی رکھتا ہے؟ فیصلہ مجھے اور آپ کو کرنا ہے اور اس فیصلے کے کرنے میں دیر میرے ملک کے حصے بخرے کرا سکتی ہے۔ اور وطن عزیز کے حصے بخرے کرانے کی خواہش امریکی تھنک ٹینک کے کرتا دھرتوں کا دیرینہ منصوبہ ہے۔ خدارا دیر مت کیجئے، فیصلہ کریں۔

عالم مغرب کے اسلام پر حملے

کی تہہ در تہہ سطحیں اور طویل منصوبہ بندی

امریکی تجزیہ نگاروں پیٹر چیمبر لین اور کرٹ نمو کے قلم سے!

www.globleresearch.ca سے ماخوذ

عالم مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورش ایک بڑی طویل سازش کا نتیجہ ہے جس کی گونا گوں سطحیں بھی ہیں — اور دور تر اور دیر تر منصوبہ بندی بھی! عالم اسلام کے اکثر و بیشتر عوام تو ان سب سے بے خبر ہیں ہی، جو کسی قدر واقف ہیں ان کی نگاہیں بھی ابھی تک صرف زیریں سطح اور فوری اہداف تک پہنچ پائی ہیں۔ زیر نظر تحریر بھی اگرچہ صرف ایک انسان کے حاصل مشاہدہ اور حاصل مطالعہ کی حیثیت رکھتی ہے، تاہم دور تر اور بالاتر منصوبہ بندی کی نشان دہی پر مشتمل ایک مخصوص زاویہ نگاہ کی عکاسی کرتی ہے۔ چنانچہ نہ تو اس تحریر کو قطعی اور یقینی قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے جملہ مندرجات سے اتفاق ممکن ہے، بالخصوص مجاہدین کا تذکرہ جس انداز میں کیا گیا ہے اور اُن کے بارے میں جو نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے اس سے ہم ہرگز اتفاق نہیں کرتے۔ (ادارہ)

القاعدہ کی افسانوی کہانی کی قیمتی بنیاد بہت سی نیم سچائیوں اور پوشیدہ حقائق پر مبنی ہے۔ یہ CIA کی تخلیق ہے۔ افغانستان میں اسلامی قوتوں کے ہاتھوں روسی استعمار کی شکست کے بعد امریکہ کو متبادل دشمن کی ضرورت تھی۔ چنانچہ CIA افسروں نے اسلامی دہشت گردوں کا ''ہوا'' کھڑا کیا جو پوری دنیا میں امریکہ سے برسرِ پیکار ہیں۔ اس کی بنیاد انہوں نے حریت پسندوں کے ان حملوں کو بنایا جو پوری دنیا میں امریکی مداخلت کی وجہ سے امریکی ٹھکانوں پر ہوئے۔ ان سب حملوں کے لئے انہیں ایک بڑے لیڈر کی بطور مرکزی سرغنہ ضرورت تھی۔ اس کے لئے بھی انہیں محنت نہ کرنی پڑی۔ اس دیومالائی کہانی کے لئے انہیں ایک مسلمان مجاہد کے روپ میں سعودی کروڑپتی اسامہ بن لادن کا نام مل گیا جو اپنی ڈھیر ساری دولت کے ساتھ پاکستان و افغانستان میں موجود تھا۔ CIA نے یہ گلوبل ڈرامہ رچانے کے لئے القاعدہ کی کہانی بن لادن کے نام جوڑ کر بیان کرنا شروع کردی، جبکہ وہ بیچارے اس بارے کچھ نہ جانتے تھے۔ بن لادن کی کہانی CIA اور ISI نے پاکستان اور افغانستان میں من گھڑت کاغذی باغی کیمپوں کے ساتھ جوڑ دی۔

پروفیسر چوسودوسکی کے مطابق اسامہ کی عمر 1979ء میں 22 سال تھی جب اس نے پشاور کے نزدیک ایک گوریلا ٹریننگ کیمپ میں CIA سے ٹریننگ حاصل کی تھی۔ بن لادن فیملی کو سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک سے فنڈز اکٹھے کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ انہوں نے پرنس ترکی کی سرکردگی میں سعودی انٹیلی جنس کی مدد سے اسلامی بریگیڈ کے لئے رقم اکٹھی کی۔ CIA کی کوشش سے روس مخالف ممالک نے بھی اِس معاملے میں خوب مدد کی۔ یہ رقم مجاہدین کے جملہ اخراجات واسلحہ وغیرہ پر صرف ہورہی تھی۔ 1989ء میں جارج بش سینئر نے افغانستان کو چھوڑ کر عراق پر حملے کا منصوبہ بنایا، حالانکہ صدام حسین نے کہیں بعد میں 1991ء میں کویت پر حملہ کیا تھا۔ بش کا خیال تھا کہ CIA اس کے احکام پر عمل کررہی ہے، مگر CIA بہتر جانتی تھی کہ اُسے کیا کرنا ہے۔ یہی حال ریگن اور کارٹر کی پالیسی کا تھا، جو CIA نے بطور ''سیکرٹ'' تہوں کے نیچے رکھی ہوئی تھیں۔

CIA نے جہادی پروگرام کو روسی شکست کے بعد بھی ختم نہ کیا، بلکہ ISI کے سپرد کردیا۔ اسلامی ''انتہاپسندوں'' کے بارے میں جو پاکستان میں ٹرینڈ ہوئے مکمل ثبوت اور شہادتیں موجود ہیں کہ وہ کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، کوسوو، مصر، امریکہ اور انگلینڈ میں ہونے والے حادثات میں ملوث ISI کے پروگرام کے تحت نہ تھے بلکہ CIA کے پروگرام میں تھے۔ کیا یہ کسی صدر یا کسی ایجنسی کا حکم تھا کہ اسلام پسند ہمارے خلاف ہوں، یا یہ اسلام پسندوں کو دہشت گردی میں ملوث کرنے کی کوشش تھی جس کے تحت 3000 امریکیوں کو 9/11 کے روز ہلاک کیا گیا۔ یہ اسلام پسندوں کو بدنام کرنے کا کس کا پروگرام تھا؟ پاکستانی ہم امریکیوں پر نہایت غصہ میں ہیں کہ ہم نے ان کو مصیبت میں پھنسا کر چھوڑ دیا ہے، حالانکہ پاکستانی وہی کچھ کررہے تھے جو ہم انہیں کہتے تھے۔

ISI کے کافی لوگ امریکہ پر اعتبار نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ امریکی ناقابل اعتبار اور دوغلی دوستی کرتے ہیں۔ وہ بالخصوص 1990ء کی پابندیوں سے نالاں ہیں جو روس کے افغانستان سے نکلتے ہی لگائی گئیں۔ علاوہ ازیں ISI میں وہ پختون زیادہ ہیں جو اس قبیلہ سے متعلق ہیں جس سے افغانستان میں طالبان کی مدد کی جاتی ہے۔ جس قبیلہ، خاندان اور تجارتی مراسم کا تعلق ان سے ہے وہی طالبان کا بھی ہے۔ ISI والے عام پاکستانیوں کی نسبت قدیم اسلام کے زیادہ فریفتہ ہیں۔ 12 اکتوبر 1999ء کو ISI نے پرویز مشرف کی حکومت کو اس لئے مضبوط کیا تھا کہ کہیں نواز شریف، امریکہ کے آگے طالبان کی مدد سے دست بردار نہ ہوجائے۔

1989ء میں روس کے انخلاء کے بعد مکمل تربیت یافتہ مجاہدین کیمپوں میں فارغ تھے، لہٰذا وہ کشمیر کی طرف بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ 1999ء میں ہندوستان کے ساتھ جنگ ہوگئی۔ CIA/ISI کے کیمپس ''دہشت گردوں'' کی فیکٹریاں تھیں، جہاں سے عسکری اور ہنرمند ''دہشت گردوں'' کے گروہ نکلتے تھے۔ انہوں نے 1992-95 میں بہت سے بوسنی لڑکوں کو، 1994-96ء میں چیچنوں کو، 1995-96 میں طالبان کو اور 1998-99ء میں کوسوو لبریشن آرمی کو ٹرینڈ کیا۔ آرٹز کے طالب علم یوسف رمزے اور خالد شیخ محمد نے 1993ء میں بے نظیر بھٹو کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ یوسف نے پہلی دفعہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کو بم سے اڑانے کی کوشش کی۔ گلبدین حکمت یار نے افغانستان میں فاتح مجاہدین کو غیر مستحکم کرنے کے لئے کابل میں راکٹ

پھینکے۔ اس نے افغان سول وار شروع کی۔ ملا عمر کو سیٹلائٹ کے ذریعے CIA نے اطلاع دی کہ روس کے اسلحہ سے بھرے ٹرک کس جگہ چھپے ہوئے ہیں تاکہ وہ اس سول وار میں بالائی حیثیت میں رہے۔

انڈین ایجنسی کے مطابق پاکستان کی ''دہشت گردی'' کا جال درج ذیل ہے۔ 38 ٹریننگ سینٹر پاکستان میں ہیں جہاں سے جہاد کشمیر کے لئے مجاہدین ٹرینڈ کر کے بھیجے جاتے ہیں۔ 49 ٹریننگ سینٹر پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں ہیں۔ 22 پاکستانی ٹریننگ سینٹر افغانستان میں ہیں۔ مجاہدین کی کل تعداد جو کشمیر میں برسرِپیکار ہیں = 2300۔ غیر ملکی مجاہدین جو کشمیر میں ہیں = 900۔ پاکستانی مجاہدین جو ہندوستانی فوج نے ہلاک کیے = 291۔ ہندوستانی باشندے جو مجاہدین نے ہلاک کیے = 29000۔ حرکت الانصار، البدر، لشکرِ طیبہ، تحریک الجاہدین یہ سب ''دہشت گردوں'' سے منسلک ہیں۔

شروع کے سالوں میں ان کیمپوں سے کچھ اہم لوگ ٹریننگ حاصل کر کے نکلے، جن میں رمزے یوسف اور علی محمد کافی مشہور ہوئے۔ یوسف فراخ دلی سے تمام مسلمان ممالک میں اپنی مہارت کے جوہر دکھا رہا ہے۔ علی اس سے بھی زیادہ ماہر ''دہشت گرد'' تھا۔ اس نے کئی بڑے بڑے ''دہشت گردی'' کے حملے کیے۔ وہ مصری فوج کے اس گروپ کا ایک افسر تھا جس نے انور سادات کو قتل کیا تھا۔ اس نے اپنی خدمات اسلامی بنیاد پرست گروپوں کو مہیا کیں۔ وہ ''الفاروق مسجد'' میں رہا۔ پھر بروک لین میں القاعدہ کے اس گروہ میں داخل ہو گیا جس نے السعید ناصر جیسا دہشت گرد تیار کیا۔ اس نے ربیع مہر کہان کو ہلاک کیا۔ اس گروہ نے نابینا شیخ، اسامہ بن لادن، اور اسامہ کے روحانی پیشوا شیخ عبداللہ عظام جیسے لوگ پیدا کیے۔

امریکی خصوصی فوج کے ٹرینر کے طور پر علی محمد نے خصوصی مہارت حاصل کی جو وہ ان کیمپوں میں ''دہشت گردوں'' کو دیتا تھا۔ اس نے ''ابو محمد الامریکی'' کے نام سے ظواہری کو CIA سے 5 کروڑ ڈالر کی رقم دلوائی تاکہ وہ 1998ء میں مصری حکومت کا تختہ الٹ سکے۔ اسی نے افریقہ میں دو امریکی سفارت خانے اڑانے کا منصوبہ بنایا۔ اس نے قذافی کو ہلاک کرنے کی بھی کوشش کی۔ علی محمد ہی القاعدہ کا من گھڑت نام شروع کرنے کا مرکزی کردار ہے۔ اب یہ مستقبل کا تاریخ دان ہی فیصلہ کر سکے گا کہ وہ القاعدہ کو CIA کے لئے استعمال کر رہا تھا یا CIA کو القاعدہ کے لئے۔ شاید دونوں ہی جواب درست ہوں۔ CIA/ISI ٹریننگ کیمپوں میں ہی، جو علی ٹرینرز نے ترتیب دیئے تھے، مغرب پر حملے کا منصوبہ تیار کیا جاتا تھا۔ رمزے یوسف اور نابینا شیخ تو صرف ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کے مہرے تھے۔ جبکہ دوسرے کامیاب حملہ کے پیچھے یوسف کے چچا خالد شیخ محمد کا دماغ تھا۔ ان کا ساتھی گلبدین حکمت یار کامیاب افغان انقلاب کو سول وار میں تبدیل کرنے اور اسے جاری رکھنے کا صرف ایک مہرہ تھا۔ وہ امریکہ کے خلاف طالبان کے کھڑا ہونے کا اہم سبب ہے۔ فلپائنی ابوسیاف دہشت گرد تنظیم نے ان کیمپوں میں 300 آدمی تیار کیے۔ لندن 7/7 دہشت گرد اور ''شو بمبر'' بھی ان کیمپوں کے تربیت یافتہ ہیں۔ اوکلاہاما سٹی کا ٹیری نکولس بھی اسی گروپ سے تعلق رکھتا تھا اور رمزے یوسف کا قریبی ساتھی تھا۔ یہ افواہ ہے کہ انٹرنیٹ پر سعودی انٹیلی جنس نے FBI کو بتایا تھا کہ صدام حسین نے پاکستانیوں کو مرہ بلڈنگ اڑانے پر خطیر رقم کی پیش کش کی تھی۔

جب کلنٹن نے بش سینئر سے حکومت لی تو اُسے اسلامی نیٹ ورک کا پتہ چلا۔ کلنٹن نے سعودیہ، ایران اور پاکستان سے مل کر رقم اور ہتھیار بوسنیا بھیجنے کا منصوبہ بنایا۔ منصوبہ یہ تھا کہ یہ رقم اور ہتھیار مسلم حکومت سراجیوو کے ذریعے البانیہ میں القاعدہ کے گروہ کو ملیں۔ اس میں سے کچھ القاعدہ کے نمبر 2 ایمن الظواہری کے ذریعے کروشیا سے بوسنیا میں مجاہدین کو سمگل کیے جائیں۔ بعد میں یہ منصوبہ کوسوو لبریشن آرمی کے ذریعے بھی بنایا گیا تاکہ مقدونیا اور چیچنیا کو بھی مدد ملے۔ کلنٹن پر القاعدہ کو مصر میں استعمال کرنے کا بھی الزام ہے، جب صدر حسنی مبارک نے فروری 1998ء میں عراق پر کلنٹن کے فوجی طاقت آزمانے کے خلاف بیان دیا تھا۔ ان میں سے کچھ اسلامی مجاہدوں کا الظواہری کی سرکردگی میں 1995ء میں مبارک کے قتل کا منصوبہ بھی ہے۔ مسلم دنیا کے تعلق سے امریکی خارجہ پالیسی بل کلنٹن یا 9/11 حملہ کے بعد ختم نہیں ہوگئی۔ بش بھی اسی نہج پر چل رہا ہے۔ سلواڈور میں حالات بھی القاعدہ کے ساتھیوں کی وجہ سے خراب ہیں، بلکہ دنیا میں جہاں کہیں بھی کچھ ہو تو وہ القاعدہ کے کھاتے میں ہی ڈالا جاتا ہے۔ ہم سُنی کرائے کے سپاہی حاصل کرتے ہیں، جن کو تمام اسلامی دنیا میں مامور کیا جاتا ہے۔ ہم ان کی کھلم کھلا مدد بھی کرتے ہیں، جیسے عراق میں ''جدت پسند'' کی مدد، اور نیم چھپی حالت میں بھی، جیسے ایران پر حملہ کے لئے ''پاجیک کرد'' یا لبنان کے لئے الفتح الاسلام کی مدد، اور بالکل خفیہ حالت میں بھی جیسے پاکستانی طالبان کی مدد جنہیں ہم القاعدہ بھی کہہ دیتے ہیں۔

ہمارے اپنے جاسوسی ایجنسی کے لوگوں نے ہزاروں امریکیوں (فوجی اور سویلین) کو دنیا میں ہلاک کیا ہے۔ افغانی افیون کی متواتر پیداوار کے لئے بھی ہم کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ CIA کی بنیادی ضروریات اسی رقم سے پوری ہوتی ہیں۔ پاکستانی کیمپ اسی افیون کی رقم سے شروع کیے گئے تھے، اور اب دوبارہ انہیں قائم رکھنے کے لئے بھی اسی رقم کی ضرورت ہے۔ افیون کا زیادہ تر علاقہ اور یہ کیمپ پشاور سے 60 میل دور ہیں۔ یہ علاقہ آزاد ہے جو پاکستان، کشمیر اور افغانستان کے ساتھ لگتا ہے۔ اسی علاقہ کے 60 میل کے دائرہ میں ''تورا بورا'' کا قلعہ ہے جہاں بن لادن رہائش پذیر تھا، جہاں اس کی فوج نے افغانستان کی آخری جنگ لڑی تھی۔ یہ علاقہ وادیٔ سوات میں دریائے کابل کے کنارے واقع ہے۔ یہی علاقہ موجودہ طالبان، پاکستان جھڑپوں کا مرکز ہے، جو مشرف کے ذریعے امریکہ کروا رہا ہے۔ انٹرنیٹ کی اطلاع کے مطابق CIA نے یہ علاقہ براہ راست بن لادن کے سپرد کیا تھا، جب وہ 1996ء میں سوڈان سے واپس آیا تھا۔ اس وقت امریکہ یہ تاثر دے رہا تھا کہ یہ زیرِ زمین علاقہ ہے جس کا اپنا بجلی گھر ہے اور یہ زیرِ زمین سہولت قریباً 10 کروڑ ڈالر سے تیار کی گئی ہے۔ امریکی بمبار جہاز ہر قسم کے بم اس علاقہ پر پھینک رہے ہیں مگر اس پر اثر نہیں ہو رہا۔ اس علاقہ کے جو فوٹو اخباروں میں دیئے جا رہے تھے، وہ فوٹو دراصل سیٹلائٹ سے لئے گئے ''دارنتا سائٹ'' کے تھے جسے میڈیا نے جلدی ہی مسترد کر دیا۔ ''دارنتا'' میں چند غاریں تھیں جنہیں ''Show'' کر کے یہ سب ڈرامہ کیا گیا، اور پھر یہ اعلان ہوا کہ ہم بن لادن کو گرفتار نہیں کر سکے۔

> **کلنٹن نے سعودیہ، ایران اور پاکستان سے مل کر رقم اور ہتھیار بوسنیا بھیجنے کا منصوبہ بنایا۔ ہمارے اپنے جاسوسی ایجنسی کے لوگوں نے ہزاروں امریکیوں کو دنیا میں ہلاک کیا ہے۔ افغانی افیون کی متواتر پیداوار کے لئے بھی ہم کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ CIA کی بنیادی ضروریات اسی رقم سے پوری ہوتی ہیں**

سوات میں موجودہ تغیر پذیر حالات اس وقت پیدا ہوئے جب امریکی خواہش پر پاکستان نے اسلام آباد کی ''لال مسجد'' کو تباہ کیا۔ لال مسجد پر حملہ سے شمال مغربی صوبے میں بھی حالات خراب ہوگئے، کیونکہ وہاں کے عالم عبدالعزیز کے حامیوں اور شاگردوں نے یہ حملہ برداشت نہ کیا۔ بعد میں وکلاء نے بھی جمہوری انقلاب میں شمولیت اختیار کرلی، تاکہ مظاہروں کے ذریعے مشرف اور اس کے امریکی دوستوں کو منظر سے ہٹایا جاسکے۔ مشرف نے اسلام پسندوں کو چکر دینے کے لئے ISI کے کہنے پر بے نظیر کے قتل کو بیت اللہ محسود کے سر ڈال دیا۔

وادیٔ سوات کے 175 میل جنوب میں وانا شہر کے اردگرد کا جنگی علاقہ ہے، جہاں بیت اللہ محسود القاعدہ اور خارجی طالبان کے ہمراہ موجود ہے۔ یہاں مقامی اسلام پسندوں کی قیادت مولوی نذیر کررہا ہے۔ اُس کی کوشش ہے کہ ان خارجی طالبان، افغان طالبان اور القاعدہ کو اپنے علاقہ سے جو شمال مغربی بلوچستان سے ملحق ہے، نکال دیا جائے۔ یہ طالبان اور القاعدہ 2001ء میں اس علاقہ میں اکٹھے ہوئے تھے جب قندھار (افغانستان) سے ان کو نکالا گیا تھا۔ نذیر نے بھی وہی طریقہ استعمال کیا ہے جو ہم نے عراق میں دیکھا کہ سُنی القاعدہ کے خلاف ہوگئے کیونکہ وہ وہاں شرعی قانون سختی سے اور زبردستی لاگو کررہے تھے۔ جب نذیر سے یہ برداشت نہ ہوسکا تو اس نے 900 مقامی طالبان کے ذریعے ازبک طالبان اور القاعدہ کو جنوبی وزیرستان سے نکالنے کی کوشش کی۔ حکومت نے نذیر کی مدد کی۔ لیکن جب حکومتی فوج نے وزیری قبائل سے مل کر وہاں لڑنے کی کوشش کی تو انہوں نے دونوں طرف سے مزاحمت محسوس کی۔

حال ہی میں نذیر کے 9 آدمی جو حکومت کے ساتھ مذاکرات کے لئے آرہے تھے، ایک راکٹ حملہ میں مارے گئے تو الزام محسود کے ازبک ساتھیوں پر لگا دیا گیا۔ حالانکہ یہ کارنامہ ISI کا تھا، تاکہ مقامی اسلام پسندوں کو محسود و طالبان کے خلاف کرکے اینٹی ازبک حملوں میں شدت پیدا کی جاسکے۔ اس حملہ کے بعد نذیر نے محسود کو اس علاقے سے نکل جانے کی وارننگ دے دی۔ امید ہے وزیری، محسود کے ساتھیوں کو وانا کے شمال کی طرف کرم ایجنسی میں، جہاں زیادہ تر شیعہ رہتے ہیں دھکیل دیں گے۔ یہ CIA/ISI کا خفیہ منصوبہ ہے تاکہ ایرانی شیعوں کے خلاف مذہبی جنگ چھیڑ دی جائے۔ کرم ایجنسی تورا بورا کے ساتھ بھی ملتی ہے جو پہلے ہی غیر محفوظ علاقہ ہے۔ بیت اللہ محسود پر پہلے ہی کوہاٹ کے شیعوں پر حملہ کا الزام ہے۔ حکومت نے بھی محسود کو ہلاک کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

وانا کا علاقہ سوات کے اسلام پسند عسکریت پسندوں کی بلوچ علاقہ سے ملنے والے جنوبی افغانستان کے میدان کارزار کی طرف گزرگاہ ہے۔ یہ بلوچ قبیلوں اور کئی پختون قبیلوں کا درمیانی علاقہ ہے۔ طالبان بنیادی طور پر پختون تحریک ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کا منصوبہ ان تمام قبائل کے قبائلی تعصبات سے فائدہ اٹھانے کا ہے۔ 2005ء میں القاعدہ نے اس علاقہ کو اپنے تصرف میں لیا تھا، تاکہ بلوچستان کو سپلائی سینٹر کی جگہ عملی میدانِ کارزار بنایا جاسکے۔ یہ بلوچ علاقہ پاکستان کے قدرتی گیس کے ذخائر کا علاقہ ہے۔ اور اب یہ انڈیا / ایران گیس پائپ لائن کی متوقع گزرگاہ کا راستہ بھی ہے اور نیوکلیر ریسرچ تجربہ گاہ بھی ہے۔ ماضی قریب کے جنڈ اللہ دہشت گردوں کے ایران پر حملہ کا بھی علاقہ ہے۔

طالبان کے لیڈر بیت اللہ محسود کے سر بے نظیر کے قتل کا الزام تھوپنے کی کوشش بھی پاکستانی ISI کی منافقانہ دوغلی پالیسی کی اہم مثال ہے۔ اس بھیانک غلطی کا ازالہ کرنے کے لئے ISI کے مندوب اب پاکستان یا پاکستانی فوج پر امریکی دباؤ کا رونا رو رہے ہیں۔ یقیناً وہی امریکہ کا بنیادی نشانہ ہیں، لیکن مشرف بالکل نہیں۔ ISI کے مندوب مشرف کے لئے بالواسطہ ہمدردی جتانے کا یہ بہانہ بنا رہے ہیں کہ یہ پاکستانی فوج کی تباہی کی جا رہی ہے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ اس امریکی منصوبے کا مشرف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ مشرف تو امریکہ یا واشنگٹن کے جنگی کارگزاروں کے لئے تمام اینٹی پاکستان منصوبوں کے لئے بلاواسطہ بنیادی سہولیات فراہم کرتے والا ہے۔ ISI کی کوشش عبدالرشید غازی، بیت اللہ محسود اور مولوی نذیر کو اتھل پتھل کرنے سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ ISI جنگ نہیں کررہی۔ اگر بالفرض القاعدہ امریکہ کے لئے پاکستان کے خلاف لڑ رہا ہے تو مشرف کی ''دہشت گردی'' کے لئے جنگ کے کیا معنی ہوئے؟

اس کمنٹری کا لکھنے والا ایسا پیشین گو ہے جو یہ نہ سمجھ سکا کہ ''القاعدہ امریکہ کے لئے لڑ رہا ہے'' کے کیا معنی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کچھ چھپانے کے لئے سب سے اچھی جگہ وہ ہے کہ اس چیز کو سب کے سامنے نمایاں جگہ پر رکھ دیا جائے۔ ISI کے کذابوں کی افواہیں ان کی حقیقی باتوں سے زیادہ صحیح ہوسکتی ہیں۔ اپنے ارادوں کے بارے میں براہِ راست حقیقت بیان کرنے کی بجائے سرگوشیوں کے ذریعے بات پھیلانا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ لوگ Source (ماخذیا حوالہ) کے معلوم ہونے پر بات کا یقین نہیں کریں گے۔ مشہور کذاب (بُش اور مُش) اگر اپنا ارادہ دیانت داری سے بیان کریں تو وہ سچائی ان کی غیر دیانت دارانہ مشہوری تلے دب جائے گی۔

اس خطہ کی شمالی مستطیل بھی وادی سوات کا علاقہ ہے جو فوجی کارروائی کی آماجگاہ ہے۔ اس جہادی لڑائی میں ہم ازبک القاعدہ ہی کو دیکھتے ہیں۔ سوات کے مولانا فضل اللہ جو ''ریڈیو مُلا'' بھی کہلاتا ہے، فراخدلی سے اپنے بنیاد پسند وہابی/طالبان عقائد بیان کرتا ہے۔ اس کے ساتھ 500 بہترین مسلح مرید ہیں جن میں ازبک لڑاکا بھی ہیں۔ وہ بانیٔ ''تحریک نفاذِ شریعتِ محمدی'' (TNSM) صوفی محمد کا داماد ہے۔ یہاں طالبان، القاعدہ، TNSM اور دیگر تنظیموں کے لوگ ''امریکی سپیشل فورس'' کے ساتھ متوقع جنگ کے لئے تیار موجود ہیں۔ اسی علاقہ میں پاکستان کی جوہری تجربہ گاہیں ہیں۔

یہ تواتر سے چلتا ہوا ڈرامہ جو اس علاقہ کے لئے ترتیب دیا گیا ہے، ڈک چینی کی بیمار ذہنیت اور اس کے CIA کے چچوں کی طرف سے مجوزہ فرنٹیئر کارپس کے ذریعے عمل پذیر ہونے والا ہے۔ یہ مجنونانہ عمل اور فوجی لڑائی نئی نہیں بلکہ اسی بدقسمتی کا حصہ ہے جو اس علاقہ پر 30 سال سے مسلط ہے۔ منصوبہ یہ ہے کہ اس دفعہ ''سپیشل فورس'' نئے اسلام پسندوں کو ٹریننگ دے گی جو ایسے حملے کریں گے جس سے طالبان میں پھوٹ پڑ جائے گی اور اِس طرح اُن کی آپس میں جنگ کروائی جائے گی، یا اس سے بہتر عراقی قسم کی مذہبی سول وار۔ دونوں صورتوں میں مقصد امریکی بمباروں کے لئے ایران پر حملہ کا راستہ ہموار کرنا ہے۔

امریکہ یہ تاثر دے رہا تھا کہ یہ زیرِ زمین علاقہ ہے جس کا اپنا بجلی گھر ہے اس علاقہ کے جو فوٹو اخباروں میں دیئے جا رہے تھے، وہ فوٹو دراصل سیٹلائٹ سے لئے گئے ''وارنا سائٹ'' کے تھے ''وارنا'' میں چند غاریں تھیں جنہیں ''Show'' کرکے یہ سب ڈرامہ کیا گیا

فلسطینی شہری اسرائیلی فوج کے رحم وکرم پر

سید عاصم محمود

مریم راحیل کے سان وگمان میں نہ تھا کہ اس کی گدھا گاڑی کے آگے محوِ سفر کار میں مسلح افراد بیٹھے ہیں۔ اور وہ افراد اسرائیل کو مطلوب ہیں۔ لہٰذا جب اسرائیلی طیاروں نے کار پر میزائل حملہ کیا، تو گدھا گاڑی بھی زد میں آ گئی۔ اس حملے میں دونوں مسلح افراد تو جان سے گئے، ساتھ ساتھ 56 سالہ مریم اور اس کا 25 سالہ بیٹا بھی شہید ہو گئے۔ نیز اٹھارہ سالہ تیسرا بیٹا، منصور ہسپتال میں موت وحیات کی کشمکش میں گرفتار ہے۔

شہید خاتون کے چچا محمد راحیل کا کہنا ہے ''اگر غزہ میں کسی کو معلوم ہو جائے کہ سڑک پر اسرائیلیوں کے مطلوب افراد جا رہے ہیں تو عموماً ان سے دور رہا جاتا ہے۔ لیکن جب کسی کو ان کی شناخت نہ ہو سکے، تو وہ انجانے میں موت کا استقبال کرتا اور دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

پچھلے دو ہفتوں سے فلسطین کے علاقے غزہ پر اسرائیلی حملوں میں شدت آ گئی ہے۔ وہ اب تک 30 سے زائد فلسطینیوں کو شہید کر چکے ہیں۔ دوسری طرف مجاہدین نے بھی اسرائیلی علاقے میں دو سو سے زائد راکٹ پھینکے ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس جنگ میں شہریوں کا اچھا خاصا جانی ومالی نقصان ہو رہا ہے۔

اسرائیلی حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس کے میزائل صرف مطلوب مجاہدین کو نشانہ بناتے ہیں لیکن سچائی یہ ہے کہ ان کے حملوں میں کئی بے قصور اور نہتے شہری بھی شہید ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیمیں شور مچانے لگی ہیں کہ عالمی طاقتیں اسرائیل کو لگام دیں اور اس کی دہشت گردی کو روکیں۔ رنج وافسوس کی بات یہ ہے کہ اسرائیلی میزائل عموماً ان فلسطینیوں کو نشانہ بناتے ہیں جو پہلے ہی غربت اور زندگی کی دیگر تکالیف سہہ رہے ہیں۔

اُدھر اسرائیل نے معاشی ناکہ بندی کر کے انھیں نئے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر مریم راحیل کا خاوند چار برس قبل فالج کا شکار ہوا، تو پھر کوئی کام کرنے کے قابل نہ رہا۔ نتیجتاً مریم اور اس کے بیٹوں کو روزگار کی فکر میں سرگرداں ہونا پڑا۔ وہ بیٹوں کے ساتھ شمال میں واقع کھیتوں سے سبزیاں چھکڑے میں لاد کر غزہ شہر کی منڈیوں میں پہنچانے لگی۔ یوں زندگی کی گاڑی چلنے لگی۔ لیکن ایک اسرائیلی میزائل نے اس مجبور و بے کس فلسطینی خاندان کو تباہ و برباد کر دیا۔

جب سے غزہ پر حماس نے اپنی حکومت قائم کی ہے، اسرائیلی حکومت کو آگ لگ گئی ہے۔ یہ اسلامی تنظیم اسرائیلیوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی کیونکہ کسی قسم کے وسائل نہ ہونے کے باوجود حماس اسرائیل کی بالادستی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اسلامی ممالک زبانی کلامی تو حماس کا حوصلہ بڑھا دیتے ہیں مگر کوئی ٹھوس مدد نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ غزہ میں حماس کی حکومت ان گنت مسائل کا شکار ہے۔ ان میں سب سے بڑا مسئلہ مالی ہے۔

حماس اسرائیلیوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی کیونکہ کسی قسم کے وسائل نہ ہونے کے باوجود حماس اسرائیل کی بالادستی قبول کرنے کو تیار نہیں

غزہ شہر میں مقیم محمد البرجی اور اس کا بھائی امر مالی مشکلات میں گرفتار ہونے کے باعث ہی کرائے کی ویگن لے کر خان یونس چلے گئے۔ وہ وہاں سے الیکٹرونکس کی مختلف اشیاء خرید کر مختلف بستیوں میں فروخت کرنا چاہتے تھے۔ دو ہفتے میں ان کا یہ نیا کاروبار چل نکلا اور وہ روزانہ ہمارے حساب سے تین چار سو روپے کمانے لگے۔ محمد تین بچوں کا باپ تھا، یوں گھریلو اخراجات کے لیے کچھ رقم ملنے لگی۔

پچھلے ہفتے محمد معمول کے مطابق خان یونس جانے لگا، تو اس کے آٹھ سالہ بیٹے نے بھی ساتھ چلنے کی فرمائش کر ڈالی۔ اُسے گاڑی میں بیٹھنے کا بہت شوق تھا۔ چونکہ بیٹے کو اسکول سے چھٹیاں ہو چکی تھیں لہٰذا باپ اس کی فرمائش رد نہ کر سکا۔ ابھی وہ غزہ شہر ہی میں تھے کہ ایک اسرائیلی میزائل ان کی ویگن سے آ ٹکرایا۔ آن واحد میں محمد، امر اور آٹھ سالہ لڑکا شہید ہو گئے۔ ننگی جارحیت کے اس مظاہرے پر فلسطینیوں نے کھل کر غم وغصے کا اظہار کیا۔ مرحومین کا 25 سالہ رشتے دار، یوسف برجی کا کہنا ہے ''غزہ میں تقریباً چوبیس گھنٹے اسرائیلی ہوائی جہاز آسمان پر منڈلاتے رہتے ہیں۔ لیکن ہم ہر وقت اندر نہیں رہ سکتے۔ اگر اندر رہیں، تو ہمارے بچے کیسے کھائیں پئیں گے؟''

محمد بہت مصروف رہتا تھا۔ اسی لیے وہ اپنے بچوں کو بہت کم وقت دے پاتا تھا۔ لیکن اسرائیلیوں نے اُسے ہر خوشی وغم سے محروم کر دیا۔ اسرائیلی حکومت نے تسلیم کیا ہے کہ اس نے بے گناہ فلسطینی مار ڈالے ہیں۔ اسرائیلی حکومت کے ترجمان نے بیان دیا ''غزہ کی پٹی میں ''دہشت گردوں' کے خلاف ایک آپریشن میں ایک گاڑی کو غلطی سے نشانہ بنایا گیا جو ٹارگٹ کے نزدیک ہی چل رہی تھی۔'' مگر اگلے دن اسرائیلی حملے کی لپیٹ میں غریب مریم کی گدھا گاڑی بھی آ گئی۔

بعد ازاں اسرائیلی طیاروں نے غزہ شہر میں وزارت داخلہ کی ایک عمارت تباہ کر ڈالی۔ گو وہ خالی تھی لیکن بموں کے ٹکڑے اردگرد آباد فلیٹوں میں جا گرے۔ ایک ٹکڑے نے 47 سالہ خاتون کو شہید کر دیا۔ نیز اس حملے میں 50 سے زائد فلسطینی زخمی ہوئے جن میں کئی بچے بھی شامل ہیں۔ دراصل قریب ہی شادی کی تقریب جاری تھی۔ بیشتر زخمیوں کا تعلق اسی تقریب سے ہے۔ حملے کے بعد اسرائیلی حکومت کی خاتون ترجمان نے بیان داغا: ''ہم نے صرف سرکاری عمارت کو نشانہ بنایا ہے، سول عمارات کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ ہم شہریوں کو مارنے کی منصوبہ بندی نہیں کرتے۔'' لیکن جان ڈگارڈ کا موقف اِس کے برعکس ہے۔ موصوف اقوام متحدہ کے نمائندے کی حیثیت سے فلسطین میں انسانی حقوق کی صورت حال دیکھتے ہیں۔ جان ڈگارڈ کا کہنا ہے: ''اسرائیلیوں کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ علاقے کے قریب ہی شادی کی تقریب جاری ہے۔ جن افراد نے یہ بزدلانہ کارروائی کی ہے، انھیں قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔ یہ کھلا جنگی جرم ہے۔''

اسرائیلی حملے بڑھ گئے ہیں، تو مجاہدین نے بھی اپنی سرگرمیاں تیز کر ڈالی ہیں۔ انہوں نے دو سے زائد راکٹ اسرائیلی علاقوں میں پھینکے جن کی زد میں آ کر دس افراد زخمی ہو گئے۔ نیز سرحدی علاقوں کے باسی اب مستقل خوف کے عالم میں رہ رہے ہیں۔ حق وباطل کی اس جنگ کا انجام ابھی دور ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ عام لوگ خاصی تکلیف میں مبتلا ہیں۔

اگلا ٹارگٹ کون؟

نذیر یٰسین

بینظیر بھٹو کے پُراسرار قتل کے بعد اب آئے روز دیگر سیاسی شخصیات پر قاتلانہ حملوں کے امکانات نجی و سرکاری دونوں سطح پر ظاہر کئے جا رہے ہیں۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد بھی روزنامہ جنگ میں 14 جنوری کو شائع ہونے والے اپنے مضمون میں اس خدشے کا اظہار کر چکے ہیں۔ اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ 15 جنوری کو وزارت داخلہ نے سیاسی رہنماؤں کے لئے ایک چودہ نکاتی سیکیورٹی ایڈوائس بھی جاری کر دی ہے جس سے صورتحال کی سنگینی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پس ان سوالات کا اُٹھنا فطری ہے کہ اب اگلا ٹارگٹ کون ہوگا اور یہ کہ آخر وہ کون سی قوتیں ہیں جو ہمارے سیاستدانوں کی جانوں کے درپے ہیں اور اس طرح ہمارے ملک میں افراتفری و انتشار پیدا کرنا چاہ رہی ہیں؟

ان سوالات کا جواب خود ہمارے سیاستدان خوب جاننے کے باوجود قوم کو شاید بتانا ہی نہیں چاہتے بلکہ یوں کہا جائے کہ اس کی ہمت نہیں رکھتے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہمارے ملک میں ہونے والی اکثر و بیشتر سیاسی ہلاکتوں کے نتیجہ میں جانشینی حاصل کرنے والوں نے ایک ہی طرزِ عمل اپنایا ہے اور وہ ہے عوامی ہمدردی کے بل بوتے پر زیادہ سے زیادہ سیاسی فوائد حاصل کرنا۔ یہی طرزِ عمل اب ہم پیپلز پارٹی میں بھی بچشم سر دیکھ سکتے ہیں۔ آج وہ بھی بینظیر بھٹو کے قتل سے پیدا ہونے والے ہمدردانہ عوامی ردِعمل کو زیادہ سے زیادہ کیش کروانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایسی متعدد رپورٹیں منظر عام پر آچکی ہیں جن سے بینظیر کے قتل میں امریکا کے ملوث ہونے اور یا پھر کم از کم اس قتل پر اس کے رضامند ہونے کے مکمل امکانات پائے جاتے ہیں مگر مجال ہے کہ خود پیپلز پارٹی یا کسی دوسری سیاسی جماعت کے رہنما نے اس قتل کا ذمہ دار امریکا کو ٹھہرانے، اس پر احتجاج کرنے اور یا پھر اس پر شک ظاہر کرنے کی کوشش ہی کی ہو۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارا کوئی بھی سیاسی رہنما امریکی مخالفت میں ایک متعینہ حد سے آگے جانے کی جرائت نہیں رکھتا کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں اُسے اپنی جان جانے کا خوف لاحق ہو جاتا ہے۔

یقیناً سچ فرمایا اللہ کے پیارے و آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے کہ آخری زمانے میں میری اُمت کے زوال کی وجہ یہ ہوگی کہ اُسے ''وھن'' کا مرض لاحق ہو جائے گا۔ جب صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یہ ''وھن'' کیا ہوتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔ آج اس مرض ''وھن'' میں مبتلا ہونے کا نتیجہ ہی ہے کہ دنیا کا سب سے طاقتور مسلم ملک پاکستان امریکا کا جی حضور غلام بنا ہوا ہے۔ ہمارا ہر سیاستدان حصول اقتدار کے لئے امریکا کی طرف اُمید بھری نظروں سے دیکھتا ہے اور ہر آمر مطلق اپنی حکومت کے دوام کے لئے امریکی آشیرباد کو ہی کافی و شافی

> **نواز شریف کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر اُنہوں نے صدر مشرف سے کسی قسم کی کوئی ڈیل کی تو وہ منظر عام پر آ کر ہی رہے گی اور اس ڈیل پر اُنہیں تاریخ معاف کرے گی اور نہ ہی اُن کے متوالے**

سمجھتا ہے۔ اسی مرض ''وھن'' کی وجہ سے ہمارا ہر حکمران امریکی ناراضی سے بچنے کی حتی الوسع کوشش کرتا رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اکثر اوقات اپنی مقدور بھر سعی و جہد کے باوجود اُسے بالآخر امریکی غضب یا بے وفائی کا ہی سامنا کرنا پڑا اور محترمہ بینظیر بھٹو بھی غالباً اسی امریکی پالیسی کا نشانہ بنیں۔ بی بی نے امریکی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے تھے؟ مگر کوئی غیر مسلم بالخصوص امریکا جیسی قوت کبھی کسی مسلمان کی حقیقی دوست و خیر خواہ نہیں ہو سکتی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محترمہ کا قتل ہمارے سیاستدانوں کے لئے محض ایک انتباہ ہے یا مزید سیاسی ہلاکتوں کا نقطہ آغاز؟

راقم کے خیال میں اس کا انحصار اب ہماری سیاسی جماعتوں پر ہوگا کہ وہ پاکستان میں امریکی مفادات کے حوالے سے کیا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں؟ امریکی مفادات کی تکمیل کے لئے سب سے پسندیدہ اور مثالی صورت (اگر پاکستان کی سالمیت ہی فی الوقت اس کے بہترین مفاد میں ہو) تو یہ ہو سکتی ہے کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ق دیگر روشن خیال سیاسی قوتوں یعنی ایم کیو ایم اور اے این پی وغیرہ کو ساتھ ملا کر اگلی حکومت تشکیل دیں تا کہ اس کے ایجنڈا پر موثر عمل درآمد ہو سکے۔ لیکن کیا ایسا ہونا عملاً ممکن ہے؟ آصف زرداری کی طرف سے ق لیگ کو قاتل لیگ قرار دینے اور پرویز الٰہی کی جانب سے زرداری کے خلاف کرپشن کی گردان دہراتے رہنے سے تو بظاہر اس کی کوئی اُمید نظر نہیں آرہی۔ دوسری طرف نواز لیگ اور پیپلز پارٹی کے مابین مفاہمت و قربت بھی امریکا، مشرف اور ق لیگ کی مثلث کے لئے ایک خطرے کے الارم سے کم نہیں۔

اس مسئلہ سے نمٹنے کے دو ممکنہ طریقے ہو سکتے ہیں: اول یہ کہ ق لیگ اور پیپلز پارٹی کے مابین تناؤ کی کیفیت کو کم کیا جائے اور دونوں کو شراکت اقتدار کے کسی فارمولہ پر راضی کیا جائے۔ دوسرا ممکنہ حل یہ ہے کہ پیپلز پارٹی اور نواز لیگ کو ایک دوسرے سے اس حد تک دور رکھا جائے کہ وہ ایک مخلوط حکومت کی تشکیل اور آئینی ترامیم کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے ساتھ عملی تعاون نہ کر سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے آصف زرداری اور نواز شریف دونوں کو بلیک میل کرنے کے علاوہ قتل کی دھمکیاں بھی دی جا سکتی ہیں بینظیر کے قتل والے دن یعنی 27 دسمبر 2007 کو اسلام آباد میں نواز شریف کے استقبالی جلوس پر فائرنگ کا واقعہ بھی پیش آیا تھا۔ اس واقعہ کو نواز شریف کے لئے ایک پیشگی وارننگ یا دھمکی بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس وارننگ کا مقصد اُن سے درج ذیل دو بنیادی مطالبات منوانا ہو سکتا ہے:

(1) وہ امریکا، مشرف اور ق لیگ کی مخالفت میں ایک مقررہ حد سے آگے نہیں جائیں گے۔

(2) وہ 3 نومبر کے اقدام کی پارلیمنٹ سے توثیق میں خاموش تعاون کریں گے یعنی ججوں کی بحالی کے مطالبہ پر پارلیمنٹ کے اندر یا باہر ایک مخصوص حد سے زیادہ سرگرمی نہیں دکھائیں گے۔

نواز شریف اگر ان مطالبات کو تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر پیپلز پارٹی کے پاس امریکی ڈکٹیشن پر عمل پیرا ہونے کے علاوہ کوئی اور آپشن باقی نہیں رہے گا۔ اگر وہ اس پر راضی نہ ہو سکی تو اسے اکثریتی پارٹی ہونے کے باوجود (جس کا قوی تر امکان ظاہر کیا جا رہا ہے)، ایوان اقتدار میں داخلہ

کی اجازت نہ مل سکے گی۔ اگر اُس نے اپنے ملک اور پارٹی کے بہترین مفاد میں ق لیگ کی طرح امریکا اور اس کے حمایت یافتہ صدر مشرف کی بی ٹیم بننا گوارا نہ کیا تو 2002ء کی طرح ایک اور لوٹا پارٹی پیپلز پارٹی کے اندر سے برآمد کر لی جائے گی۔

اب یہ سب نواز شریف پر منحصر ہے کہ وہ کیا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں؟ طیارہ کیس میں اُنہیں ملنے والی معافی، سعودی عرب کی پر تعیش جلاوطنی اور پھر ڈرامائی واپسی کو بعض حلقے پہلے ہی کسی ڈیل یا انڈر سٹینڈنگ کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں جبکہ انتخابات کے متعلق اُن کے آئے روز بدلتے والے پینترے اور پرویز مشرف کے دوست بریگیڈیر نیاز سے شہباز شریف کی ملاقاتیں اُن کے متعلق شکوک و شبہات میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ نواز شریف کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر انہوں نے کسی قسم کی کوئی ڈیل کی تو وہ منظر عام پر آ کر ہی رہے گی اور اس ڈیل پر اُنہیں تاریخ معاف کرے گی اور نہ ہی اُن کے متوالے جوان کی طرف سے بطور معافی اختیار کی جانے والی جلاوطنی پر پہلے ہی کسی قدر ناخوش ہیں۔ اُنہیں اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ 1996ء کے انتخابات میں دو تہائی اکثریت حاصل کرنے والی اُن کی جماعت کا 2002ء میں کیا حشر ہوا تھا؟ اب بھی وہ عوامی مقبولیت کے جس مقام پر کھڑے ہیں، اس کی حقیقت اُنہیں خوب معلوم ہوگی۔ اُن کی ڈیل سے پرویز الٰہی کا یہ دعویٰ سچ ثابت ہو جائے گا کہ وہ ایک کاغذی شیر ہیں۔ ڈیل کے راستہ پر چلنے کی صورت میں اُن کی گمشدہ جوانی کے واپس لوٹ آنے (جس کے وہ شدید آرزومند ہیں)، کا تو کوئی امکان نہیں البتہ تاریخ اُنہیں ایک بزدل، خود غرض اور یا پھر موقع پرست سیاستدان ضرور قرار دے سکے گی۔ انہیں ابن الوقت سیاسی قوتوں اور ان کے پٹھو آمروں کے متعلق کسی لچک کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

یہ راستہ اختیار کرنے کی صورت میں اُن کے لئے دو امکانات پائے جاتے ہیں: اول یہ کہ وہ تمام صبر آزما حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اور ساری رکاوٹیں عبور کرتے ہوئے بالآخر ایک بار پھر مسندِ اقتدار پر فائز ہو جائیں۔ پھر صرف اور صرف قومی مفادات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی پالیسیاں تشکیل دے کر ایک نئے آزاد و خود مختار پاکستان کے بانی بن جائیں۔ دوسرا امکان یہ ہے کہ اگر بینظیر کی طرح اُن کی مہلت عمر بھی ختم ہو چکی ہو تو وہ بھی اُن کی طرح راہ استقامت پر چلتے ہوئے ٹیپو سلطان کے اس مشہور عام قول کہ "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے" کا مصداق بن کر پاکستانی عوام کے دلوں کو ہمیشہ گرماتے رہیں۔

تاہم فی الوقت نادیدہ سازشی قوتوں کے لئے ایک اور آپشن بھی ہو سکتی ہے اور وہ ہے سابق وزیر اعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی کا قتل۔ یہ قتل کثیر المقاصد ثابت ہو سکتا ہے اور عین ممکن ہے کہ یہ خفیہ قوتوں کی نظر میں نواز شریف کے قتل سے بھی زیادہ قابل ترجیح ثابت ہو۔ اس ممکنہ قتل کے درج ذیل اہداف و مقاصد بیان کئے جا سکتے ہیں:

1۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ غیر ملکی مفادات کے حصول و تحفظ کے حوالہ سے ق لیگ جیسی ابن الوقت و جی حضور جماعت ہی موزوں ترین ہو سکتی ہے جبکہ اس جماعت کی عوامی مقبولیت فی الوقت ایک سوالیہ نشان بن چکی ہے اور محض انتخابی دھاندلی کے ذریعے اسے کامیاب کروا دینا موجودہ حالات میں ممکن نظر نہیں آرہا ہے۔ جس طرح بینظیر کے قتل کا نتیجہ اُن کی پیپلز پارٹی کی مقبولیت میں اضافہ کی صورت میں نظر آرہا ہے، اسی طرح ق لیگ کے ایک اہم رہنما پرویز الٰہی کا قتل بھی اُن کی جماعت کے لئے ہمدردی کے ووٹ کے حصول کا ایک ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کسی کے مظلومانہ قتل کے نتیجہ میں لوگوں کی ایک معتد بہ تعداد کی طرف سے اُسے ہمدردی حاصل ہو جانے کا مفروضہ اب ایک حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔ اس قتل کے نتیجہ میں ق لیگ کو عملاً عوامی ہمدردی حاصل ہو یا نہ ہو، اُسے انتخابی دھاندلی کا ایک سنہری موقع ضرور فراہم ہو سکتا ہے۔

2۔ پرویز الٰہی کے قتل کو نام نہاد انتہا پسندوں کے سر تھوپ دینا بہت آسان ہو گا کیونکہ وہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پیش پیش پرویز مشرف کے ایک اہم دست و بازو ہیں۔ لہٰذا عام آدمی کے لئے یہ باور کرنا بہت آسان ہوگا کہ اُنہیں دہشت گردوں نے ہی ہلاک کیا ہے۔ اس طرح ملک میں دہشت گردی و دہشت گردوں کے خلاف فضا مزید سازگار بنا کر اُن کے خلاف جاری جنگ کو بھی زیادہ موثر بنایا جا سکتا ہے۔

3۔ پرویز الٰہی ان دنوں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے خلاف بڑھ چڑھ کر بیان بازی و اشتہار بازی کر رہے ہیں۔ ان دونوں جماعتوں کے خلاف بیان بازی مستقبل کے امریکی ایجنڈا کے حوالہ سے مضر ثابت ہو رہی ہے کیونکہ اس کی بناء پر ان دونوں جماعتوں کے ساتھ ق لیگ کی ڈیل کا معاملہ مشکل تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پیپلز پارٹی یا ن لیگ کے ساتھ ڈیل ہماری اسٹیبلشمنٹ اور غیر ملکی قوتوں کی ایک ناگزیر ضرورت بن چکی ہے اور پرویز الٰہی اس کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں لہٰذا اُنہیں منظر عام سے ہٹایا جانا عین قرین قیاس ہے۔

لگتا ہے، پیپلز پارٹی یا ن لیگ کے ساتھ ڈیل ہماری اسٹیبلشمنٹ اور غیر ملکی قوتوں کی ایک ناگزیر ضرورت بن چکی ہے اور پرویز الٰہی اس کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں

4۔ ق لیگ اور پیپلز پارٹی کی ایسی مشترکہ حکومت جو نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کو زیادہ موثر طریقہ پر لڑ سکتی ہو، غیر ملکی قوتوں کے بہترین مفاد میں ہے۔ امریکہ نے الزام لگایا ہے کہ پیپلز پارٹی کی سربراہ اُن کے بقول "انتہا پسندوں" کی دہشت گردی کا شکار ہوئی ہیں جیسا کہ اب سی آئی اے کے ڈائریکٹر مائیکل ہیڈن نے بھی اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، پرویز الٰہی کا قتل بھی اُنہی دہشت گردوں کے کھاتے میں ڈالنا باسانی ممکن ہوگا۔ جب دونوں جماعتیں بظاہر ایک ہی دشمن کی زخم خوردہ ہوں گی تو ایک مشترکہ دشمن کی موجودگی اور اُس کی نام نہاد نشاندہی ہو جانے کی بناء پر دونوں جماعتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ چلنا بھی آسان تر ہو سکے گا۔

5۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں قتل ہونے معروف سیاسی رہنما چودھری ظہور الٰہی کے صاحبزادے، پرویز الٰہی نے بطور وزیر اعلیٰ پنجاب عوامی فلاح و بہبود کے متعدد منصوبے شروع کئے اور اس طرح عوامی سطح پر ایک مقبول لیڈر بننے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ آئندہ وزارت عظمیٰ کے امیدوار بھی ہیں جبکہ پیپلز پارٹی کے ساتھ ڈیل کی صورت میں ایسا ممکن نہیں ہو سکے گا۔ اُن کی یہ کاوشیں و خواہشیں مقتدرہ کی نظر میں قابل تحسین قرار نہیں دی جا سکتیں کیونکہ ہماری اب تک کی تاریخ بھی ظاہر کرتی ہے کہ جس رہنما نے بھی عوامی سطح پر کچھ مقبولیت حاصل کی یا کرنے کی جدوجہد کی، اُسے رستے کی رکاوٹ سمجھ کر ہٹا دیا گیا کیونکہ عوامی سطح پر اثر و رسوخ رکھنے والی کوئی بھی قیادت ہماری انتظامیہ کے لئے قابل قبول ہے اور نہ ہی غیر ملکی قوتوں کے لئے۔

نواز شریف اور پرویز الٰہی کے متعلق راقم کے درج بالا تجزیہ کو ان خبروں سے بھی تقویت مل رہی ہے کہ نواز شریف صاحب نے اپنی سیکیورٹی کے لئے سعودی عرب سے مدد طلب کر لی ہے جبکہ پرویز الٰہی صاحب سیکیورٹی وجوہات کی بناء پر اپنے کئی انتخابی دورے و جلسے منسوخ یا ملتوی کر چکے ہیں۔ گویا پیشگی تنبیہات کے ذریعے نہ صرف اپنی انٹیلی جنیس کا رعب و بھرم قائم کیا جا رہا ہے بلکہ بینظیر کے قتل کی طرح لوگوں کو ایک اور بڑی خبر سننے کے لئے بھی آمادہ کیا جا رہا ہے۔

جریدہ ''خاتون و خاندان'' کی خدمات

سید قاسم محمود

ترکی میں مغربی تہذیب اور سیکولرازم کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے محققین عام طور پر وہاں ہونے والی شادیوں اور طلاقوں کے اعداد وشمار پر نظر رکھتے ہیں اور 1950 تا 1974ء کی ربع صدی کو خاص طور پر اس لیے ملحوظ رکھتے ہیں کہ اِس عرصے میں وہاں سیکولرازم کو عروج حاصل رہا ہے۔ یہاں ہم تین بڑے شہروں کے اعداد پیش کر رہے ہیں:

شادیوں کے اعداد و شمار:

	1950ء	1960ء	1974ء
استنبول	10057	12323	26445
انقرہ	3019	5236	10461
ازمیر	3599	4666	10269

طلاقوں کے اعداد و شمار:

استنبول	929	1129	1501
انقرہ	526	727	1057
ازمیر	612	806	895

یہ اعداد وشمار اُس طبقۂ خواتین کے ذہنی وفکری رویوں اور عملی سرگرمیوں کے ہیں جو ترکی میں مغربیت، الحاد اور کمالی سیکولرازم پر فدا ہے اور مغرب کو اپنا قبلہ سمجھ کر اُسی کے گرد طواف کرنا اپنی سعادت و کامیابی سمجھتا ہے۔ یہ طبقہ اُن شہروں اور قصبوں میں زیادہ متحرک ہے جہاں مغربی تحریکوں کے سرکاری، ثقافتی اور تعلیمی اداروں کا جال بچھا ہُوا ہے۔ جو تعلیم و تبلیغ، تشدد و تخریب، عُریانی و فحاشی کے تمام ذرائع اور حربوں کو استعمال کر کے الحاد و سیکولرازم کی قدیم اور مضبوطی سے گڑی ہوئی بنیادوں سے لوگوں کو ذرہ برابر بھی منحرف ہوتا نہیں دیکھنا چاہتے، اور دولت و شہرت کے دامِ تزویر میں مغرب زدہ خواتین کو پھنسا کر اُن کا استحصال کر رہے ہیں، مگر چھوٹے شہروں، مرکز سے دُور خطوں اور دیہات میں قدیم ترکی روایات، ثقافت و تمدن اور اسلام سے گہری وابستگی برابر موجود رہی۔ حکومت نے تمام حربے آزما کر اُن میں مغربیت پھیلانے کی کوشش کی اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے اقتدار کے دور میں مختلف سیاسی و ثقافتی پروگراموں کے ذریعے اسلام سے اُن کی عقیدت اور راسخ العقیدگی ختم کرنے کی جدوجہد کی، مگر نتیجہ اُلٹا نکلا۔ قرآن مجید نے دین کے دشمنوں کی اِس سازش کا تذکرہ کرتے ہوئے، سورۃ الصف میں پہلے ہی صراحت کر رکھی ہے:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

''یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نُور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نُور کو پورا پھیلا کر رہے گا، خواہ کافروں کو یہ کتنا ناگوار ہو۔''

یہ آیت 3 ہجری میں غزوۂ اُحد کے بعد نازل ہوئی تھی، جبکہ اسلام صرف شہر مدینہ تک محدود تھا۔ مسلمانوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی اور سارا عرب اِس دین کو مٹانے پر تُلا ہُوا تھا۔ اِس غزوے میں مسلمانوں کو جو زک پہنچی تھی، اُس کی وجہ سے اُن کی ہوا اکھڑ گئی تھی اور گرد و پیش کے قبائل اُن پر شیر ہو گئے تھے۔ اِن حالات میں فرمایا گیا کہ اللہ کا یہ نُور کسی کے بجھائے نہ بجھ سکے گا، بلکہ پوری طرح روشن ہو کر اور دنیا بھر میں پھیل کر رہے گا۔

اب ذرا ترک خواتین میں اسلام اور شریعت سے محبت و عقیدت کی بازیافت کا حال بھی ملاحظہ کیجیے۔

1983ء کے پارلیمانی انتخابات کے وقت مذہب کی پابندی، اسکولوں میں مذہبی تعلیم کی ضرورت، حج بیت اللہ کا اہتمام اور مساجد کی تعمیر جیسے معاملات ہر سیاسی جماعت کے منشور میں شامل تھے۔ انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مدر لینڈ پارٹی کے رہنما اور وزیر اعظم تُرگت اوزال نے علانیہ اعتراف کیا:

''میں اسلام پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں، جہاں تک سرکاری فرائض اجازت دیتے ہیں۔''

اِس اعلان پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پہلے حصے میں اسلام پر عمل کرنے کی کوشش کا جو اعتراف کیا جا رہا ہے، اُسے ترکی کی کمالی تاریخ کے بعد ایک اہم مذہبی اور سیاسی موڑ کہنا چاہیے۔ گویا 1983ء سے پہلے کسی بڑی سرکاری شخصیت کو بھی اس کا اقرار کرنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی، لیکن اسلامی احکام و شعائر کی یہ پابندی بھی اُس وقت تک مشروط تھی یعنی ''جہاں تک سرکاری فرائض اجازت دیتے تھے۔''

1983ء کے انتخابات کے بعد حکومت اور عوام کا رُجحان احیائے اسلام کی ضرورت کی طرف تیزی سے بڑھنے لگا۔ تُرگت اوزال کے وزارتِ عظمیٰ کے زمانے میں وزاتِ مذہبی اُمور قائم ہوئی، جس کے تحت متعدد مذہبی اقدامات کیے گئے، یہاں تک کہ پرائمری سکولوں میں بھی بچوں کو قرآن کی تعلیم دی جانے لگی۔

خواتین کا جریدہ ''کادین وی عائلی''

اس دور میں اسلام پسند خواتین کی سرگرمیاں بھی شروع ہوئیں، جن میں مغرب زدہ خواتین کے خلاف ایک حلقہ بنتا گیا۔ خواتین کی تبلیغی اور ابلاغی سرگرمیوں نے بھی زور پکڑا۔ خواتین کے اپنے رسالے اور جریدے بھی شائع ہونے لگے، اور خواتین کے مسائل پر اسلام کی روشن خیال اور معتدل ہم عصر تعبیرات کی روشنی میں اظہارِ خیال ہونے لگا، خصوصاً جریدہ کادین وی عائلی Kadin ve Aile (خاتون اور خاندان) کے مضامین و مباحث نے نہ صرف ملک گیر شہرت ہی حاصل نہ کی، بلکہ خواتین میں اسلام کے لیے بیداری اور شعور پیدا کرنے میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ خواتین کے رسالے پاکستان میں بھی بہت نکلتے ہیں، لیکن وہ رومانی کہانیوں اور شادی طلاق کے مزے دار قصوں سے زیادہ کچھ نہیں کر پاتے۔ ترکی کے مذکورہ رسالے ''خاتون اور خاندان'' نے ایک طرف تو سیکولرازم کی جڑوں اور بنیادوں پر حملہ کیا، اور دوسری طرف اُن جڑوں اور بنیادوں کے نیچے اسلام کی جو مضبوط تہ صدیوں سے جمی ہوئی تھی، اُس کی بحالی اور صفائی کی کوشش کی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جریدے پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے۔

ماہنامہ ''خاتون اور خاندان'' نامی یہ جریدہ اپریل 1985ء میں شائع ہونا شروع ہوا، اور بہت جلد ترکی کی خواتین میں مقبول ہو گیا۔ رسالے کا مالک ایک مرد تھا، مگر اُس کی مدیر اور اُس کے معاون مدیر، مضمون نگاروں کی

اکثریت، اور انتظامی عملہ سب خواتین پر مشتمل تھا۔ جریدے میں ایک طرف حقوقِ نسواں پر کافی زور ہوتا تھا تو دوسری طرف مرد اور عورت کے قدرتی اختلاف و فرق پر بھی مباحث ہوتے تھے۔ مختلف سیاسی و معاشرتی میدانوں میں خواتین کے حقوق و فرائض اجاگر کیے گئے۔ خواتین میں اپنی صنف کی انفرادیت و عظمت کا شعور پیدا کیا گیا۔ اسلامی احکام کے مطابق خاندانی و عائلی زندگی میں اور ترکی روایات کے ماحول میں مختلف نوع کے تجربات و مشاہدات نے خواتین کی مخصوص صلاحیتوں کی ترقی کے امکانات اجاگر کیے ہیں۔

جریدہ ”خاتون اور خاندان“ کے پہلے شمارے کے ادارے ہی نے خواتین کے حلقے کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس اداریے کا ایک اقتباس (ترجمہ):

”آپ کی حیثیت ہماری نگاہ میں اُن مقدس ماؤں، چچیوں، خالاؤں اور پھوپھیوں کی ہے جن کے سروں پر گلابی اسکارف ہوں، ہاتھوں میں تسبیح کے دانے ہوں، اور ہونٹوں پر ذکر و وظائف کا ورد ہو یا آپ کی حیثیت سنجیدہ، متین، ایثار پیشہ، مخلص اور محبت کرنے والی خاتونِ خانہ کی ہو جو اپنے شوہروں اور گھرانوں کے لیے وفادار ہو، یا آپ کی حیثیت صفائی پسند، محبت کرنے والی، ہشاش بشاش، باصلاحیت اور ہنسانے والی بہنوں کی ہو...... ہم جانتے ہیں کہ گھونسلا چڑیا ہی بناتی ہے، چڑا نہیں بناتا...... یہ آپ ہی ہیں جو بچوں کو جنم دیتی ہیں اور پھر اُن کی پرورش اور تربیت کرتی ہیں۔ یہ آپ ہی ہیں جو بچوں میں اچھی عادات و اطوار کی تعلیم اور تربیت دیتی ہیں۔ یہ آپ ہی ہیں جو لوریاں دے کر بچوں کو نیند کی آغوش میں پہنچاتی ہیں اور اپنے دودھ سے اُن کو توانائی اور طاقت عطا کرتی ہیں۔ یہ آپ ہی ہیں جو انہیں پاکیزہ اخلاق کی راہ پر لگاتی اور نمازوں کی تعلیم دیتی ہیں اور اُن سے روزے رکھواتی ہیں۔ یہ آپ ہی ہیں جن کی وجہ سے آپ کا شوہر مسرور و کامیاب ہوتا ہے۔ جب وہ گھر میں داخل ہوتا ہے تو باہر کی تمام مصیبتوں کو بھول جاتا ہے اور زندگی کی مشکلیں اور سختیاں فراموش کر دیتا ہے۔ یہ آپ ہی ہیں جس کی ذات سے اُسے سکون و قرار ملتا ہے اور وہ مسرور و مطمئن بستر پر دراز ہو کر سو جاتا ہے۔“

جریدے کی خاتون مدیرہ ترک خواتین کو اپنے آئندہ اداریوں میں اُن کی عائلی ذمہ داریاں یاد دلاتی ہے اور بچوں کی تعلیم و تربیت اور خاندان کے انتظام میں اُن کے فرائض پر روشنی ڈالتی ہے۔ وہ مسلمان مردوں کو بار بار یہ حدیثِ نبوی ﷺ یاد دلاتی ہے: ”جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے“۔ وہ اُن سیکولر طاقتوں پر تنقید کرتی ہے جو ترک خواتین کو اُس کے خاندان سے کاٹ دینا چاہتی ہیں۔

اُس نے اپنے ایک اداریے میں لکھا:

”اخبارات اور دوسرے ذرائع ابلاغ میں ایسے ادارے اور ضعیف نیت، بدنہاد، عیار اور اوباش فطرت کے حامل افراد بھی شامل ہیں جو خاتون خانہ کو اُس کے پُرسکون آشیانے سے باہر نکال دینا چاہتے ہیں۔ اُس کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے اُسے دُور کر دینے کی ناپاک خواہش رکھتے ہیں اور اس کے اہم فطری فرائض سے اُسے غافل کر دینا چاہتے ہیں۔ اُن کی تمنا ہے کہ عورت فیشن اور شوبازی میں اُن کی تسکین کا سامان بنے۔ اُن کی بوالہوسی کی شکار ہو، تفریح کا ذریعہ بنے، کھلونا بن جائے اور سامانِ لذت فراہم کرے۔ قحبہ گری اور فحاشی میں ملوث رہے۔ منشیات، سٹہ، عشوہ گری اور غیر فطری تعلقات رکھنا اُس کا وطیرہ ہو جائے...... یہ چالاک اور عیار افراد خاندان کو، جو معاشرے کا سنگِ بنیاد ہے، تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور افراد کے باہمی رشتہ اخوت کو تار تار کر دینا چاہتے ہیں۔“

رسالے میں انقلاب خیز اداریوں کے علاوہ وہ مثبت اور مفید مضامین بھی شائع ہوئے، طلاق کو اسلام میں مباح قرار دیا گیا ہے، مگر اسے سخت ناپسندیدہ بھی کہا گیا ہے۔ ترکی میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکنے کے لیے پُر اثر مضامین شائع کیے اور خواہ مخواہ کی طلاقوں کو روکنے میں کافی کامیابی حاصل کی۔ اِس جریدے نے خواتین کو شمعِ خانہ قرار دیا اور گھر سے باہر دفتروں میں کام کاج، ملازمت اور دوسری مصروفیتوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ رسالے میں گھر سے باہر کام کرنے والی خواتین کے مسائل پر خصوصی مضامین شائع کیے۔ مثلاً نسوانی امراض کی ایک ماہر ڈاکٹر کا طویل انٹرویو شائع کیا گیا، جس میں تجربات و مشاہدات اور طبی تحقیقات سے ثابت کیا گیا کہ جب ایک عورت ملازمت کی خاطر اپنے گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو خاندان کے لیے اُس کی اوّلین ذمہ داریوں پر بُرا اثر پڑتا ہے، اور وہ نفسیاتی اور معاشرتی الجھنوں میں پیچیدگیوں میں پھنس کر رہ جاتی ہے۔ ہر فیشن کی اندھی تقلید کرنے کی روایت مختلف مسائل کو جنم دیتی ہے۔ اس سے ترک خواتین اپنی ماضی کی روایات سے کٹ جاتی ہیں۔ اُن میں غرور اور خود پسندی آ جاتی ہے اور مغرب کی ثقافتی عریانیت بلکہ سامراجیت کو فروغ ملتا ہے۔ فیشن کی تقلید سے بالآخر مذہب کی خلاف ورزی پر منتج ہوتی ہے۔ ایک حدیثِ نبویؐ میں نہ صرف خواتین کو، بلکہ مسلمان مردوں کو بھی تلقین کی گئی ہے کہ وہ ایسے لباس استعمال نہ کریں جس سے غیر مسلموں سے مشابہت پیدا ہوتی ہو۔ خواتین کے لیے مردوں جیسا لباس پہننے کی خاص ممانعت ہے، کیونکہ اسے مرد و زن کی فطری تقسیم ختم ہو جاتی ہے۔

جریدے کی محترمہ مدیرہ اور رسالے کا ادارتی عملہ اور مضمون نگار خواتین اسلام کے ایک زندہ و فعال دین اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ مذہب ہونے پر یقین رکھتی ہیں۔ وہ زندگی کے مسائل میں بڑا متوازن اور معتدل رویہ اپناتا ہے، افراط و تفریط سے بچ کر، اُمتِ وسط کی نمائندگی کرنے والا دین ہے۔ چنانچہ ماہنامہ ”خاتون و خاندان“ بھی اسی متوازن رویے اور معتدل رجحان کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کی نائب مدیرہ لکھتی ہیں:

”میں بزنس ایڈمنسٹریشن میں بی اے ہوں۔ میں نے اتاترک کیز لیزیسی سکول میں بھی ابتدائی تعلیم حاصل کی ہے۔ میرا خاندان ایک ماڈرن خاندان ہے، لیکن جدیدیت کا مطلب کیا ہے؟ ہم جب یونیورسٹی میں پڑھتے تھے تو ہم طلبہ نے اپنے اپنے خاندانوں کی جدیدیت کے متعلق سوالات کا سلسلہ چھیڑ دیا تھا۔ ہم آپس میں بحث کیا کرتے تھے کہ صراطِ مستقیم کیا ہے، فی سبیل اللہ سے کیا مُراد ہے۔ ہم چند سہیلیوں نے ایک گروپ بنایا اور طے کیا کہ ہم مغربی طریقوں کی تقلید نہیں کریں گی۔ ہم جینز اور کھلے لباس نہیں پہنیں گی، بلکہ اس کے خلاف دوسری لڑکیوں کو بھی ترغیب دیں گی اور ہر موقع پر احتجاج کریں گی۔ چنانچہ رفتہ رفتہ اپنے سروں کو بھی ڈھانکنا شروع کر دیا۔ حصولِ تعلیم کے بعد جب ملازمت کا مرحلہ آیا تو میں نے گھر سے باہر کسی ملازمت پر جانا پسند نہ کیا، لیکن نائب مدیرہ کی یہ ملازمت ہر لحاظ سے میرے لیے موزوں ہے، کیونکہ اس سے مجھے اپنے عقیدے اور ضمیر کے مطابق کام کرنے کی آزادی حاصل ہے۔“

(جاری ہے)

ہر فیشن کی اندھی تقلید کرنے کی روایت مختلف مسائل کو جنم دیتی ہے۔ اس سے ترک خواتین اپنی ماضی کی روایات سے کٹ جاتی ہیں۔ اُن میں غرور اور خود پسندی آ جاتی ہے اور مغرب کی ثقافتی عریانیت بلکہ سامراجیت کو فروغ ملتا ہے

معیشۃ ضنکا

اوریا مقبول جان

شہید کربلا حضرت حسینؓ کے فرزند علی بن حسین جنہیں زین العابدینؒ یعنی پرہیز گاروں کی زینت کہا جاتا ہے، واقعہ کربلا کے بعد عمر بھر ملول رہے' آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتیں اور پیشانی اس ربّ کائنات کے حضور سربسجود۔ کربلا کے دلخراش سانحے کی وجہ سے جو رقت ان پر طاری رہی اس نے اللہ کے ساتھ جوان کا تعلق خاص پیدا کیا اس کی عطا یہ ہے کہ انہوں نے مسلم اُمہ کے لیے خوبصورت دعاؤں کا ایک ذخیرہ چھوڑا ہے۔ کربلا کے واقعے کو گزرے ابھی چند ہی سال ہوئے تھے کہ ان کے پاس ایک شخص سوال کے لیے حاضر ہوا کہ میں حرم کعبہ میں سو رہا تھا کہ بے خیالی اور بے دھیانی سے میرے نیچے ایک مچھر آ گیا اور وہ مارا گیا۔ آپ بتائیے کہ مجھ پر دم واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ اور ہے تو اس جرم کا کیا کفارہ ادا کروں۔ سوال سن کر حضرت زین العابدینؒ آنسوؤں سے رونے لگے۔ آنسوؤں کی اس جھڑی میں آپؒ نے پوچھا تم لوگ اس وقت سوال کیوں پوچھنے نہ آئے جب کربلا میں میرے سارے گھرانے کو بھوک اور پیاس کے عالم میں شہید کر دیا گیا' ان کی مقدس لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے' خیموں کو آگ لگا دی گئی' ایسا سوال اس وقت تم لوگوں کو کیوں یاد نہ آیا۔

حضرت زین العابدینؒ کا یہ واقعہ مجھے اس وقت بہت یاد آیا جب اسلام آباد کے حکمران علاقے پاک سیکرٹریٹ میں ایک شخص نے مجھے روک کر کہا کہ آپ کو معلوم ہے جی سکس کے رہنے والے جو وہاں کتنی دہائیوں سے رہ رہے ہیں' جنہیں ہر حکومت یہ وعدہ کرتی رہی ہے کہ وہ انہیں مالکانہ حقوق دے گی، اب انہیں بے دخلی کے نوٹس جاری کر دیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے بچے لے کر کہاں جائیں گے۔ آپ ان کے لیے آواز کیوں بلند نہیں کرتے۔ پتہ نہیں کیوں اس شخص کے اس سوال پر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میں نے ضبط کے لیے اپنا منہ دوسری سمت کر لیا۔ حیرت کی بات ہے کہ آج سے چند ماہ پہلے اسی جی سکس کے مکین اپنے گھروں کے سامنے آبادلال مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے، مسجدوں سے اپنی جبینیں آراستہ کر کے گھروں کو لوٹ جاتے تھے۔ یہ مسجد اور ان کے ساتھ مدرسہ میں رہنے والی ہزاروں بچیاں اور عورتیں ان کا پڑوس تھا۔ پھر ایک دن ایک ایسی گھن گرج اس علاقے میں سنائی دی کہ جو اسے ٹیلی ویژن پر بھی دیکھتا اس کا دل دہل جاتا۔ یقیناً جی سکس کے مکینوں نے بھی یہ گھن گرج سنی ہوگی اور اپنی بیٹیوں کو تسلی دینے کے لیے سینے سے لگایا ہوگا۔ وہ راتیں ان پر بھی عذاب گزری ہوں گی جب وہ ان گولوں کی آوازوں میں رات گھر سو نہ سکتے ہوں گے اور اپنے بچوں اور اپنے گھر کی خیریت کی دعائیں مانگتے ہوں گے۔ لیکن اسی جی سکس کے بیچوں بیچ ان گولوں کی زد میں آ کر معصوم بچیاں کبھی اپنے ماؤں یا بہنوں کی گودوں میں دم توڑتی ہوں گی اور کبھی اپنی ماؤں کی خون آلود لاشوں کو چوم کر آنسو بہاتی ہوں گی۔ ان معصوم بچیوں نے موت کے اس عالم میں جب چاروں جانب میڈیم اور ہیوی آرٹلری کے گولوں کا شور تھا مرتے وقت آسمان کی سمت یقیناً دیکھا ہوگا

ہماری یہ خاموشیاں اور ہماری یہ مصلحتیں مدتوں سے اس خالق کائنات کے دفتر میں لکھی جارہی تھیں۔ اس کے ہاں معصوم طالبات کی آہیں' آنسو اور چیخیں بھی پہنچ رہی تھیں تو پھر کیسے اس کا غضب ہم پر نازل نہ ہوتا

اور سوچا ہوگا کہ اس مملکت خداداد پاکستان میں کتنے ایسے گھر ہیں جو ہماری موت کا منظر ٹیلی ویژن سکرین پر دیکھ کر اپنی اور اپنے گھر کی سلامتی کی دعائیں مانگتے سو گئے ہوں گے' کچھ نے اس منظر کی اذیت سے تنگ آ کر ٹی وی سیٹ بند کر دیے ہوں گے۔ لیکن ان گولوں کی بارش روکنے کے لیے اگر صرف جی سکس کے لوگ ہی اپنے بیوی بچوں کو لے کر اس مسجد کے سامنے آ کر کھڑے ہو جاتے تو شاید کسی کو ان معصوم بچیوں پر گولہ باری کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ ہماری یہ خاموشیاں اور ہماری یہ مصلحتیں مدتوں سے اس خالق کائنات کے دفتر میں لکھی جارہی تھیں۔ اس کے ہاں وہ آہیں' آنسو اور چیخیں بھی پہنچ رہی تھیں جو مضطرب دلوں سے بلند ہوتی ہیں تو پھر کیسے اس کا غضب ہم پر نازل نہ ہوتا' اس کا غصہ اور اس کا جلال ہماری خاموشیوں پر ہمیں سزا نہ دیتا۔

گزشتہ سات سالوں میں ہم نے جس طرح اس مملکت خداداد میں انسانوں کی موت' ان کی اذیت' ان کی تکلیف پر خاموشی اختیار کی اس کی مثال تو سری نگر کے بازاروں اور فلسطین کی وادیوں میں بھی نہیں ملتی۔ وہاں بھی فوجی آپریشن میں لوگ مرتے ہیں لیکن ایک جم غفیر کندھوں پر ان کے جنازے اٹھائے بازاروں میں آ نکلتا ہے۔ ہم نے تو ان سب کو بے گور و کفن رہنے دیا۔

لوگ آج کی اذیتوں' پریشانیوں اور مصیبتوں کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے پھر رہے ہیں۔ ہم نے یہ تصور بنا لیا ہے کہ میرا اللہ اب صرف قیامت کے دن ہم سے سوال و جواب کرے گا اور وہیں ہمارے اعمال کا عذاب ہم پر مسلط ہوگا۔ لیکن مجھے سورہ طٰہٰ کی آیت 124 یاد آتی ہے جس میں اس کائنات کا واحد مالک اور بادشاہ فرماتا ہے: "اگر تم نے میری اتاری ہوئی ہدایت سے اعراض کیا تو میں تم پر "مَعِیْشَۃً ضَنْکًا" مسلط کر دوں گا۔ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا عربی میں اس معیشت کو کہتے ہیں جس میں آدمی کی گزران تنگ کر دی جائے۔ تعبیر کرنے والے کہتے ہیں کہ یوں ہو کہ آپ کی جیب نوٹوں سے بھری ہو لیکن اناج میسر نہ ہو سکے' بل ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں لیکن چولہے میں گیس اور بجلی نہ ہو۔ اولاد کے لیے کروڑوں روپے موجود ہوں لیکن ظاہر نہ کر سکو کہ کہیں بیٹے کو کوئی اغوا کر کے تاوان وصول نہ کرے۔ لاکھوں روپے اپنی سکیورٹی پر خرچ کرو لیکن خوف سے کانپتے رہو کہ کس دن اچانک موت کی آغوش میں چلے جائیں گے۔ دنیا بھر میں سب سے بہتر غلہ اگاؤ اور اناج کے لیے ترسو۔ کیا ہم اس اللہ کے بتائے ہوئے "مَعِیْشَۃً ضَنْکًا" کے دور سے نہیں گزر رہے؟ ہماری زندگیاں اجیرن اور گزران مشکل نہیں ہو گئی؟ اگر یہ سب سچ ہے تو پھر اللہ اسی آیت میں آگے جا کر فرماتا ہے کہ جن پر میں زندگی میں گزران مشکل کر دوں گا ان کو آخرت میں اندھا اٹھاؤں گا۔ کیا ہم اس دنیا میں شروع ہونے والے عذاب کو بھی برداشت کرنے کے قابل ہیں؟ ہماری تو ابھی سے چیخیں نکل گئی ہیں' زبانیں باہر آ گئی ہیں' دماغ ماؤف اور معطل ہو چکے ہیں اور ہم ابھی تک یہ سوال کرتے پھر رہے ہیں اور یہ سب کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ کس نے کیا؟ کوئی گریبانوں میں ندامت کے آنسوؤں سے تر آنکھوں سے نہیں جھانکتا' ہچکیوں سے روتے ہوئے اپنے اللہ سے اپنی بدترین خاموشی پر معافی نہیں مانگتا۔ کوئی ہے جو اسی اسلام آباد کی کسی بلند جگہ پر کھڑے ہو کر آواز دے کہ اے اس ملک کے پریشان حال لوگوں ہم سے ہمارا ربّ روٹھ گیا ہے' ہم سے بہت خطائیں ہو گئیں' آؤ، اس سے گڑگڑا کر کہیں کہ ہمیں معاف کر دے ہم پر رحم کرے اگر اس نے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم سے زیادہ خسارے میں کوئی نہ ہوگا۔ ○○

اُسرہ نوشہرہ کینٹ کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

ذاتی اصلاح و تربیت اور دعوت الی اللہ کی غرض سے اسرہ نوشہرہ کے رفقاء کا ایک دعوتی و تربیتی پروگرام ملتزم رفیق نصر اللہ کے گاؤں خویشگی پایاں کی ایک مسجد میں عصر تا عشاء منعقد ہوا۔ ساتھی مرکز نوشہرہ سے اڑھائی بجے روانہ ہوئے، راستے میں مبتدی رفیق فضل ربی گلفام کو ساتھ لیا، اور وقت مقررہ سے تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے مسجد پہنچ گئے۔ دو رکعات تحیۃ المسجد پڑھنے کے بعد سیرت النبیؐ کے حوالے سے گفتگو کی گئی۔ بعد نماز عصر "عبادت رب" اور بعد نماز مغرب "فرائض دینی کے جامع تصور" پر بیان ہوا۔ نماز عشاء سے پہلے مختصر وقت میں مسنون دُعائیں یاد کروائی گئیں اور بعد نماز عشاء ایک رفیق نے دین میں اجتماعیت کی اہمیت کو واضح کیا۔ اس پروگرام میں تقریباً 15 احباب اور 6 رفقاء نے شرکت کی جن میں اُسرہ نوشہرہ کے 4 اور اُسرہ خویشگی کے 2 رفقاء شامل تھے۔ (رپورٹ: جان نثار اختر)

حلقہ پنجاب شمالی کے منفرد رفقاء کا اجتماع

حلقہ پنجاب شمالی کی عاملہ کے فیصلے کے مطابق حلقے کے تحت منفرد رفقاء کا اجتماع 13 جنوری 2008ء کو ہوا۔ اجتماع کا آغاز صبح ساڑھے نو بجے درس قرآن سے ہوا۔ ناظم حلقہ خالد محمود عباسی نے رفقاء کو شہادت علی الناس کی ذمہ داری یاد دلائی۔ درس کے بعد ملک قمر نواز نے درس حدیث میں قرآن کی تعلیم و تدریس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد پروگرام کی دوسری نشست کا آغاز مذاکرے سے ہوا۔ جناب عبداللہ نے بڑے خوبصورت انداز میں "حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے" کے موضوع پر پُرتاثیر مذاکرہ کرایا۔ دن کے 12 بجے جناب مدثر رشید نے بذریعہ وائٹ بورڈ تنظیم اسلامی کا نظام دعوت لیکچر کی صورت میں شرکاء کے سامنے پیش کیا۔ تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے رفیق اور ناظم دعوت اشتیاق حسین نے سیرت صحابہؓ کے ضمن میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کی سیرت پیش کی کہ جن کی دعوت کی وجہ سے مدینہ میں لوگوں تک اسلام پہنچا۔ ایک بجے کھانے اور نماز کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد معتمد حلقہ راجہ محمد اصغر نے قرارداد تاسیس پر ورکشاپ کرائی۔ انہوں نے یہ بات زور دے کر کہی کہ ختم نبوت کے باعث اب شہادت علی الناس کی ذمہ داری اُمت مسلمہ کے ذمے ہے اور یہ بات رفقاء تنظیم اسلامی پر اچھی طرح منکشف ہو چکی ہے۔ اور اگر اب بھی ہم نے اس ذمہ داری کو کما حقہ ادا نہ کیا تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ محاسبے کے مستحق ٹھہریں۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ کے کلام کو دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام کرے۔ تنظیم رفقاء کو اس کے نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دیتی ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم تنظیم کے دیئے ہوئے نظام سے کیسے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے بعد راجہ صاحب نے جو اس پروگرام کے ناظم بھی تھے شرکاء سے تجاویز اور مشورے بھی لیے۔ آخر میں ناظم حلقہ خالد محمود عباسی نے اختتامی خطاب میں رفقاء کو ان کی دینی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ یہ پروگرام چار بجے نماز عصر کی ادائیگی کے ساتھ اختتام کو پہنچا اور رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ پروگرام میں کل 26 رفقاء اور 2 احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: مقامی ناظم نشر و اشاعت)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ سرحد جنوبی کے مبتدی رفیق قاری محمد اسحاق کی اہلیہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں

☆ حلقہ بہاولنگر کے مبتدی رفیق انور طارق قضائے الٰہی سے وفات پا گئے

☆ اٹک شہر سے تنظیم اسلامی کے رفیق میجر (ر) شاہد محمود کے والد کا انتقال ہو گیا

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

رفقائے تنظیم اسلامی اور احباب سے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے پبلک ایڈمنسٹریشن، قد 5 فٹ، 2 انچ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0334-9922956 042-5304272

☆ لاہور کی رہائشی 36 سالہ، بی۔اے سرکاری ملازم، مطلقہ خاتون کے لیے مناسب رشتہ درکار ہے۔ 6 سالہ بچی ساتھ ہے۔

برائے رابطہ: 0334-9845933

☆ لڑکا اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر، ملازمت سعودی عرب، عمر 32 سال کے لیے دینی مزاج کی حامل ایم اے، ایم ایس سی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0345:8720089

☆ فیصل آباد کے رہائشی لڑکے، عمر 32 سال، تعلیم ایف اے، PCSIR میں لیب اسسٹنٹ، عقدِ ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0301-6821185

☆ اعوان برادری کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم بی اے، متفرق دینی کورس، صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لئے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0345-4212764

☆ لاہور میں رہائش پذیر مغل خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم ایم ایس سی (کیمسٹری)، اہلحدیث، گورنمنٹ کالج میں لیکچرر، باپردہ، صوم و صلوٰۃ کی پابند، کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4191201

☆ ایک خوب رو نوجوان، عمر 31 سال، ذاتی کاروبار، تعلیم بی اے کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-3145693

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد کے لیے

بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع

مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبہ تدریس کے زیر اہتمام

تفہیم دین کورس

موڈیول II

25 فروری 2008ء سے آغاز ہو رہا ہے (ان شاء اللہ)

مضامین: ☆ ترجمۃ القرآن مجید (عربی قواعد کی روشنی میں) ☆ تجوید القرآن ☆ ایڈوانس عربی گرامر ☆ دینی موضوعات پر لیکچرز

☆ **دورانیہ:** 3 ماہ

☆ **اوقات تدریس:** مغرب تا عشاء،

(پیر تا جمعہ کلاسز ہوں گی)

اہلیت موڈیول I ......یا...... عربی گرامر کا کوئی ابتدائی کورس

داخلے کے خواہش مند حضرات

کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کر کے وہیں جمع کرا دیں

قرآن اکیڈمی

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 3-5869501 ای میل: irts@tanzeem.org

اسکارف پر پابندی ختم

ترک وزیراعظم طیب اردگان نے اعلان کیا ہے کہ حکومت جلد ہی یونیورسٹیوں میں اسکارف یا حجاب پہننے کی پابندی ختم کر دے گی۔ چونکہ برسراقتدار جماعت کو اس معاملے میں دیگر سیاسی جماعتوں خصوصاً ایم ایچ پی کی حمایت حاصل ہے، لہٰذا پارلیمنٹ کی منظوری ہی سے کام بن جائے گا اور ریفرنڈم کرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یاد رہے کہ اردگان کی بیگم اور بیٹیاں عوام الناس میں حجاب میں ملبوس ہو کر نمودار ہوتی ہیں۔ مگر اس فیصلے سے حکومت اور سیکولر حلقوں خصوصاً فوج کے مابین نئی کشمکش کا آغاز ہو سکتا ہے۔

کوسوو کا اعلان آزادی

کوسوو کے نئے صدر، فاطمیر سجدیو نے اعلان کیا ہے کہ ان کی حکومت جلد اعلان آزادی کر دے گی۔ اگر اس سلسلے میں چند ممالک مخالفت کر رہے ہیں، تو وہ کرتے رہیں، ہم دوست ممالک کی مدد سے آگے بڑھ جائیں گے۔ واضح رہے کہ سربیا، روس، یونان اور قبرص کوسوو کی آزادی کے مخالف ہیں۔ خصوصاً روس نے کوسووین حکومت کو خبردار کیا ہے کہ وہ یک طرفہ طور پر آزادی کا اعلان نہ کرے۔

یورپی یونین: عیسائیوں کا کلب

ترکی عرصہ دراز سے یورپی یونین میں شامل ہونے کی کوشش کر رہا ہے لیکن یورپی طاقتیں کوئی نہ کوئی شرط لگا دیتی ہیں۔ اب تو فرانس اور جرمنی اس بنیاد پر ترکی کی مخالفت کر رہے ہیں کہ وہ ایک اسلامی ملک ہے۔ آخر دل کی بات زبان پر آ ہی گئی!! اسی لیے ترک وزیر خارجہ علی بابکان نے یورپی یونین کو خبردار کیا ہے کہ وہ عیسائیوں کا کلب نہ بنے، کیونکہ یہ اس کی روح کے خلاف ہے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ مذہب یورپی یونین میں شمولیت کی بحث میں آ شامل ہوا ہے۔ بابکان سمجھتے ہیں کہ مذہبی لائنوں کو بھی سرحد نہیں قرار دینا چاہیے۔ انہوں نے اس طرف اشارہ کیا کہ یونین میں مختلف مذاہب اور تہذیب و ثقافت والے ممالک شامل ہیں لیکن ان کے مابین کسی نزاع نے جنم نہیں لیا۔

علی بابکان نے یورپی یونین پر آشکارا کیا ہے کہ ترکی یونین کے لیے مشرق و مغرب کے مابین پل کا کام دے سکتا ہے۔ یاد رہے، فرانس اور جرمنی چاہتے ہیں کہ ترکی یونین کا خصوصی ساتھی بن جائے مگر ترک وزیراعظم اردگان یہ پیش کش ٹھکرا چکے ہیں۔

عراقی جھنڈے کا تنازع

پچھلے ہفتے عراقی پارلیمان نے عارضی طور پر عراق کا نیا جھنڈا منظور کر لیا ہے، تاہم یہ فیصلہ کئی عراقیوں کو پسند نہیں آیا۔ دراصل کردوں نے مطالبہ کیا تھا کہ جھنڈا تبدیل کیا جائے۔ وہ اُسے صدام حسین دور کے مظالم کی یادگار سمجھتے ہیں۔ مگر عرب عراقی ان سے اتفاق نہیں کرتے۔ عربوں کا کہنا ہے کہ یہ جھنڈا بلند کرنے کی خاطر ہزاروں عراقیوں نے اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ جھنڈے کی تبدیلی سے ان کی قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔

ویسے نیا عراقی جھنڈا پہلے سے زیادہ مختلف نہیں۔ وہ سرخ، سفید اور سیاہ پٹیوں پر ہی مشتمل ہے، تاہم اس کے مرکز سے تین ستارے ہٹا دیے گئے ہیں۔ یہ صدام کی بعث پارٹی کے نعرے، اتحاد، آزادی اور سوشلزم کی نمائندگی کرتے تھے۔ صوبہ انبار کی مقامی حکومت اور علاقہ واسط کے قبائل نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ نیا عراقی جھنڈا نہیں لہرائیں گے۔

جارج حباش چل بسے

فلسطینی تنظیم، پاپولر فرنٹ فار دی لبریشن آف فلسطین کے بانی 82 سالہ جارج حباش دنیا سے رخصت ہو گئے۔ موصوف فلسطین کے یونانی آرتھوڈوکس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ موصوف نے 1952ء میں درج بالا تنظیم قائم کی تھی تاکہ مادر وطن کو اسرائیلی قبضے سے رہائی دلائی جا سکے۔ یہ تنظیم اب الفتح کا حصہ ہے۔

غزہ کے شہری آزاد ہو گئے

اسرائیلیوں نے 38 سال غزہ کی پٹی پر قبضہ کیے رکھا مگر منہ کی کھا کر 2005ء میں واپس لوٹ گئے۔ تاہم وہ 2004ء میں اس سرحد پر 20 فٹ بلند مضبوط دھاتی دیوار بنا گئے جو غزہ اور مصر کو ملاتی ہے۔ اسرائیلی حکومت کو منظور نہ تھا کہ ان دونوں مسلم علاقوں میں کوئی میل جول ہو۔

پچھلے سال جون میں عالمی طاقتوں نے حماس کی حکومت غزہ کی پٹی تک محدود کر دی حالانکہ وہ انہی کے جمہوری اصولوں کی بنیاد پر منتخب ہوئی تھی۔ لیکن عالمی طاقتوں کا کہنا ہے کہ یہ جمہوری اصول ”دہشت گردوں“ کے لیے نہیں۔ بہر حال حماس کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنے کے لیے اسرائیل اور مصر نے پٹی کی ناکہ بندی کر دی۔ یہ ناکہ بندی اتنی شدید تھی کہ حماس حکومت پٹی میں آباد پندرہ لاکھ شہریوں کو زندگی کی بنیادی ضروریات بھی فراہم کرنے میں ناکام ہو گئی۔

پچھلے ہفتے اسرائیلی طیاروں نے میزائل مار کر حماس کے سینئر رہنما محمد ظاہر کے فرزند کو شہید کر ڈالا۔ جواباً مجاہدین نے بھی اسرائیلی علاقے پر راکٹوں کی برسات کر دی۔ اب اسرائیل نے ایندھن کی فراہمی بھی روک کر ناکہ بندی کو مزید کس دیا۔ آخر غزہ کی پٹی کے باشندگان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے پچھلے ہفتے وہ دھاتی دیوار ڈھا دی جو مصر اور پٹی کو جدا کرتی ہے۔

مجاہدین اور مظاہرین نے مل کر دھاتی دیوار کا وہ حصہ ڈھایا جو رفاہ شہر کو جدا کرتا ہے۔ اس کے بعد ہزاروں فلسطینی راشن لینے مصری رفاہ میں داخل ہو گئے۔ علاقے کی دکانیں دیکھتے ہی دیکھتے چیزوں سے خالی ہو گئیں۔ ایک اندازے کے مطابق دو لاکھ فلسطینی رفاہ میں داخل ہوئے جو آزادی اور راشن کے لیے تڑپ رہے تھے۔ رفاہ میں تعینات مصری فوج نے پہلے تو فلسطینیوں کو روکنا چاہا لیکن جب دیکھا کہ وہ ہزاروں کا مجمع کنٹرول نہیں کر سکتی، تو حکومت کے حکم پر وہ پسپا ہو گئی۔ ظاہر ہے مصری صدر حسنی مبارک غریب فلسطینیوں کے خلاف کریک ڈاؤن کا حکم دے کر عربوں میں خود کو معتوب نہیں بنانا چاہتے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جب فلسطینیوں کے جذبات کچھ سرد پڑیں گے، تو مصری حکومت کیا کارروائی کرے گی۔ ظاہر ہے پندرہ لاکھ افراد کو ہمیشہ مخصوص علاقے میں مقید کر کے نہیں رکھا جا سکتا۔ مصری حکومت کو انہیں کچھ نہ کچھ سہولتیں مستقل طور پر دینی ہوں گی۔

جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے، اس کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا کہ غزہ کی ناکہ بندی سے وہاں کے باشندے حماس مخالف بن جائیں گے۔ اسرائیلی حکومت کو نجانے کیوں یہ سمجھ نہیں آتی کہ ایسی حرکات سے مسلمان کا ایمان مزید مضبوط ہو جاتا ہے۔ اُدھر امریکا نے اپنے چیلے کی طرف داری کرتے ہوئے کہا کہ غزہ میں مقیم لوگ حماس کی وجہ سے غربت اور پریشانی کا شکار ہیں۔ اگر حماس دہشت گردی چھوڑ کر بات چیت پر آمادہ ہو جائے، تو وہاں امن و امان بحال ہو سکتا ہے۔

ہاں میں کٹھ پتلی ہوں

افغانستان کے صدر حامد کرزئی نے ”سی این این“ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ”اگر کوئی مجھے امریکا کی کٹھ پتلی کہتا ہے، تو میں برا نہیں مانتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکیوں نے میرے وطن کی بہت مدد کی ہے۔ درحقیقت انہوں نے اِسے تباہ ہونے سے بچایا ہے۔ اگر امریکا نہ ہوتا، تو افغانستان القاعدہ اور دہشت گردوں کا گڑھ بن جاتا۔“ کرزئی کے ”فرمودات“ پر اِس کے سوا کیا تبصرہ کیا جا سکتا ہے کہ ؏
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

غزہ کے شہری آزاد ہوگئے

ائیلیوں نے 38 سال غزہ کی پٹی پر قبضہ کیے رکھا مگر منہ کی کھا کر 2005ء میں نے گئے۔ تاہم وہ 2004ء میں اس سرحد پر 20 فٹ بلند مضبوط دھاتی دیوار بنا اور مصر کو ملاتی ہے۔ اسرائیلی حکومت کو منظور نہ تھا کہ ان دونوں مسلم علاقوں میں جول ہو۔ پچھلے سال جون میں عالمی طاقتوں نے حماس کی حکومت غزہ کی پٹی تک وی حالانکہ وہ انہی کے جمہوری اصولوں کی بنیاد پر منتخب ہوئی تھی۔ لیکن ن کا کہنا ہے کہ یہ جمہوری اصول ''دہشت گردوں'' کے لیے نہیں۔ بہرحال ٹیکنے پر مجبور کرنے کے لیے اسرائیل اور مصر نے پٹی کی ناکہ بندی کر دی۔ یہ نی شدید تھی کہ حماس حکومت پٹی میں آباد پندرہ لاکھ شہریوں کو زندگی کی بنیادی بھی فراہم کرنے میں ناکام ہوگئی۔ پچھلے ہفتے اسرائیلی طیاروں نے میزائل مار کر ینئر رہنما محمد ظاہر کے فرزند کو شہید کر ڈالا۔ جواباً مجاہدین نے بھی اسرائیلی علاقے ں برسات کر دی۔ اب اسرائیل نے ایندھن کی فراہمی بھی روک کر ناکہ بندی کو یا۔ آخر غزہ کی پٹی کے باشندگان کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا اور انہوں نے پچھلے ہفتے دیوار ڈھا دی جو مصر اور پٹی کو جدا کرتی ہے۔ مجاہدین اور مظاہرین نے مل کر ار کا وہ حصہ ڈھایا جو رفاہ شہر کو جدا کرتا ہے۔ اس کے بعد ہزاروں فلسطینی راشن رفاہ میں داخل ہوگئے۔ علاقے کی دکانیں دیکھتے ہی دیکھتے چیزوں سے خالی ایک اندازے کے مطابق دو لاکھ فلسطینی رفاہ میں داخل ہوئے جو آزادی اور لیے تڑپ رہے تھے۔ رفاہ میں تعینات مصری فوج نے پہلے تو فلسطینیوں کو یکن جب دیکھا کہ وہ ہزاروں کا مجمع کنٹرول نہیں کر سکتی، تو حکومت کے حکم پر گئی۔ ظاہر ہے مصری صدر حسنی مبارک غریب فلسطینیوں کے خلاف ن کا حکم دے کر عربوں میں خود کو معتوب نہیں بنانا چاہتے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے سطینیوں کے جذبات کچھ سرد پڑیں گے، تو مصری حکومت کیا کارروائی کرے ہے پندرہ لاکھ افراد کو ہمیشہ مخصوص علاقے میں مقید کر کے نہیں رکھا جا سکتا۔ ت کو انہیں کچھ نہ کچھ سہولتیں مستقل طور پر دینی ہوں گی۔ جہاں تک اسرائیل کا اس کا یہ منصوبہ ناکام ہوگیا کہ غزہ کی ناکہ بندی سے وہاں کے باشندے حماس جائیں گے۔ اسرائیلی حکومت کو نجانے کیوں یہ سمجھ نہیں آتی کہ ایسی حرکات سے یطان مزید مضبوط ہوجاتا ہے۔ اُدھر امریکا نے اپنے چیلے کی طرف داری کرتے غزہ میں مقیم لوگ حماس کی وجہ سے غربت اور پریشانی کا شکار ہیں۔ اگر حماس ی چھوڑ کر بات چیت پر آمادہ ہوجائے، تو وہاں امن وامان بحال ہوسکتا ہے۔

اسکارف پر پابندی ختم

وزیراعظم طیب اردگان نے اعلان کیا ہے کہ حکومت جلد ہی یونیورسٹیوں میں حجاب پہننے کی پابندی ختم کر دے گی۔ چونکہ برسراقتدار جماعت کو اس معاملے ی جماعتوں خصوصاً ایم ایچ پی کی حمایت حاصل ہے، لہٰذا پارلیمنٹ کی منظوری ن جائے گا اور ریفرنڈم کرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یاد رہے کہ اردگان یاں عوام الناس میں حجاب میں ملبوس ہو کر نمودار ہوتی ہیں۔ مگر اس فیصلے سے یکولر حلقوں خصوصاً فوج کے مابین نئی رسہ کشی کا آغاز ہوسکتا ہے۔

کوسوو کا اعلان آزادی

وو کے نئے صدر، فاطمیر سجدیو نے اعلان کیا ہے کہ ان کی حکومت جلد اعلان ے گی۔ اگر اس سلسلے میں چند ممالک مخالفت کر رہے ہیں، تو وہ کرتے رہیں، الک کی مدد سے آگے بڑھ جائیں گے۔ واضح رہے کہ سربیا، روس، یونان اور قبرص کوسوو کی آزادی کے مخالف ہیں۔ خصوصاً روس نے کوسووین حکومت کو خبردار کیا ہے کہ وہ یک طرفہ طور پر آزادی کا اعلان نہ کرے۔

یورپی یونین: عیسائیوں کا کلب

ترکی عرصہ دراز سے یورپی یونین میں شامل ہونے کی کوشش کر رہا ہے لیکن یورپی طاقتیں کوئی نہ کوئی شرط لگا دیتی ہیں۔ اب تو فرانس اور جرمنی اس بنیاد پر ترکی کی مخالفت کر رہے ہیں کہ وہ ایک اسلامی ملک ہے۔ آخر دل کی بات زبان پر آ ہی گئی! اسی لیے ترک وزیر خارجہ علی بابکان نے یورپی یونین کو خبردار کیا ہے کہ وہ عیسائیوں کا کلب نہ بنے، کیونکہ یہ اس کی روح کے خلاف ہے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ مذہب یورپی یونین میں شمولیت کی بحث میں آ شامل ہوا ہے۔ بابکان سمجھتے ہیں کہ مذہبی لائنوں کو بھی سرحد نہیں قرار دینا چاہیے۔ انہوں نے اس طرف اشارہ کیا کہ یونین میں مختلف مذاہب اور تہذیب وثقافت والے ممالک شامل ہیں لیکن ان کے مابین کسی نزاع نے جنم نہیں لیا۔

علی بابکان نے یورپی یونین پر آشکارا کیا ہے کہ ترکی یونین کے لیے مشرق ومغرب کے مابین پل کا کام دے سکتا ہے۔ یاد رہے، فرانس اور جرمنی چاہتے ہیں کہ ترکی یونین کا خصوصی ساتھی بن جائے مگر ترک وزیراعظم اردگان یہ پیشکش ٹھکرا چکے ہیں۔

عراقی جھنڈے کا تنازع

پچھلے ہفتے عراقی پارلیمان نے عارضی طور پر عراق کا نیا جھنڈا منظور کر لیا ہے، تاہم یہ فیصلہ کئی عراقیوں کو پسند نہیں آیا۔ دراصل کردوں نے مطالبہ کیا تھا کہ جھنڈا تبدیل کیا جائے۔ وہ اُسے صدام حسین دور کے مظالم کی یادگار سمجھتے ہیں۔ مگر عرب عراقی ان سے اتفاق نہیں کرتے۔ عربوں کا کہنا ہے کہ یہ جھنڈا بلند کرنے کی خاطر ہزاروں عراقیوں نے اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ جھنڈے کی تبدیلی سے ان کی قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔

ویسے نیا عراقی جھنڈا پہلے سے زیادہ مختلف نہیں۔ وہ سرخ، سفید اور سیاہ پٹیوں پر ہی مشتمل ہے، تاہم اس کے مرکز سے تین ستارے ہٹا دیئے گئے ہیں۔ یہ صدام کی بعث پارٹی کے نعرے، اتحاد، آزادی اور سوشلزم کی نمائندگی کرتے تھے۔ صوبہ انبار کی مقامی حکومت اور علاقہ واسط کے قبائل نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ نیا عراقی جھنڈا نہیں لہرائیں گے۔

بقیہ اداریہ

باز نہ آئے وہ اقتدار کی لالچ میں شیطان سے بھی مصافحہ بلکہ معانقہ کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ ہم نے آغاز میں مشترکہ انسانی اقدار کا ذکر کیا تھا۔ ہماری رائے میں یورپ اور امریکہ طاقت اور قوت کے بل بوتے پر مغربی تہذیب پر گلوبلائزیشن کا غلاف چڑھا کر پیش کرنا چاہتا ہے۔ بالفاظ دیگر دنیا مغربی تہذیب کو بطور عالمی تہذیب کے قبول کرلے۔ مسلمان دانشور حضرات کو اِس معاملے میں چھان پھٹک کرنی چاہیے جو شے قرآن اور سنت سے متصادم نہ ہو اُسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جو شے قرآن اور سنت سے متصادم ہو اُسے واپس اُن کے منہ پر دے ماریں۔ اسی مسئلہ کو لے لیں اُن کا فلسفہ ہے کہ انسان مذہب اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ چاہے وہ مذہب لباس کی طرح بدلے۔ ہمارا مؤقف یہ ہونا چاہیے۔ آپ کے قانون یا مذہب کے مطابق ایسا کرنا درست ہے تو آپ اپنے شہریوں کو شوق سے اجازت دیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن مسلمان ہونے کے بعد اُس کو مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ہمیں اس معاملہ میں دفاعی انداز اختیار نہیں کرنا۔ لکم دینکم ولی دین کا پرزور نعرہ لگا کر شریعت کے قائم کردہ دائرے سے رتی برابر باہر نہیں آنا چاہتے۔ ہمیں دنیا کو بتانا ہوگا کہ اسلام سے بڑھ کر انسانی حقوق کا کوئی علمبردار نہیں لیکن کسی بھی غیر شرعی قدر کو پاؤں کی ٹھوکر سے ریزہ ریزہ کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔

ol: 17 Regd. No. LRL -50 No. 05
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

iew Point

By Layla Anwar

Stress...

sterners and Americans in ticular, keep complaining that r lives are so stressful...

ey carry their long faces along h their dead end weights, and " Oh man, the stress..."

ey uphold and constantly re-ate the same system that makes m stressful...

nd if you listen to them close ough, you will realize they are hing but a bunch of spoiled ts...They are stressed because y have valued "work", above rything else...

ey are stressed because they nplicate their lives with pidities and more things to nage...

ey are stressed because they ve been led to believe that Life es it to them, that they are titled simply because they are o they are...

ey are stressed because they oduce and eat junk. Stop oducing the shit and stop eating nd you will not be stressed...

hey are stressed because stress comes their raison d'être, gives m meaning in life...for their es are so empty of anything bstantial...

hey RUSH to yoga and editation classes to de-ess....They work out like dicts at the gym to keep fit so ey don't have to be stressed. ey run into lousy relationships cause they are stressed from ing alone...They acquire 20'000 things they do not need, because they are stressed...They work like donkeys so they can make more and buy more so they can become less stressed....

Yet they see none of that....They are just a bunch of whining jerks.

Well I will tell you what real stress is all about.

Stress is when you have been with no water and no electricity for over 5 years. That is stress.

Stress is when you have no job because some backward retard came and occupied your country, pillaged it and stripped you of your livelihood. That is stress.

Stress is when you run from hospital ward to hospital ward, from prison to prison, from militia to militia looking for your loved one only to recognize them from their teeth fillings in some morgue...That is stress alright.

Stress is when you pack your bags quickly and run to the nearest border only to be asked to return and in the meantime some american western has bombed your house into a pile of stones... Yeah, that is stress.

Stress is when you see your family and loved ones dying in front of your eyes and you can't afford to buy them the basic medication to ease their pain...That is stress.

Stress is when your baby girl or baby boy is born looking like Frankenstein, because some american who is stressed out bombed your country with D.U.

Stress is when they walk into the middle of the night and you sleep with your clothes on, because you don't want them to see you half naked just in case, when they smash your door down, pull you from your hair or shirt out into the cold and place a sand bang over your head. That is stress.

Stress is when you are a prisoner in your own country by some smelly shit faced, pimpled stinking american who has not even finished high school, and stress is when that same rapes you and sodomizes you, tortures you and calls you a dirty Iraqi in your own country...That is stress.

You want to know about stress you pieces of dung, I just gave it to you what stress is all about.

Now, tonight or tomorrow if you collapse from a heart attack because of your stress...you earned it you bunch of criminals.

May you be stressed until you croak, croak once and for all.

Layla Anwar , Who am I ? The eternal Question . Have not figured it out fully yet . All you need to know about me is that I am a Middle Easterner, an Arab Woman - into my 40's and old enough to know better. I have no homeland per se. I live in Iraq, Lebanon, Palestine, Jordan, Syria and Egypt simultaneously ... All the rest is icing on the cake.

(14/01/08 "ICH")